ہفت روزہ

خدام الدین

لاہور

زیر سرپرستی

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی مدظلہ

شیرانوالہ دروازہ لاہور

۲ مارچ ۱۹۵۶

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ○ لاہور

فہرست مضامین

دین و دنیا کی فلاح تلاوتِ قرآن میں

(قسط نمبر ۶)

از جناب حاجی کمال الدین صاحب ممبر لاہور کارپوریشن مقیم شاہ عالمی لاہور

اگر کوئی مال و متاع، حشم و خدم اور جانوروں کا گرویدہ ہے اور کسی نوع کے جانور پالنے پر دل کھوئے ہوئے ہے تو حضورؐ نے بتلا دیا کہ قرآن کے ماہر کا ملائکہ کے ساتھ شمار ہوتا ہے، جن کے برابر تقویٰ کا ہونا مشکل ہے کہ ایک آن بھی خلاف اطاعت نہیں گزار سکتے۔ اگر کوئی شخص دوہرا حصہ ملنے سے افتخار کرتا ہے یا اپنی بڑائی اسی میں سمجھتا ہے کہ اُس کی رائے دو رایوں کے برابر شمار کی جائے تو پڑھنے والے کے لئے دوہرا اجر ہے۔ اگر کوئی عزت و وقار کا دلدادہ ہے، ممبری اور کونسل کے بغیر اُس سے رہا نہیں جاتا تو قرآن دُنیا و آخرت میں رفع درجات کا ذریعہ ہے۔ اگر کوئی شخص معین و مددگار چاہتا ہے۔ ایسا جاں نثار چاہتا ہے کہ ہر جھگڑے میں اپنے ساتھی کی طرف سے لڑنے کو تیار رہے تو قرآن شریف حق تعالیٰ سے اپنے ساتھی کی طرف سے جھگڑنے کو تیار ہے۔ اگر کوئی باریک بینیوں میں عمر خرچ کرنا چاہتا ہے تو بطنِ قرآن شریف دقائق کا خزانہ ہے، اسی طرح اگر کوئی شخص مخفی رازوں کا پتہ لگانا کمال سمجھتا ہے، محکمہ سی آئی ڈی میں تجربہ کو ہُنر سمجھتا ہے، عمر کھپاتا ہے تو بطنِ قرآن شریف ان اسرارِ مخفیہ پر متنبہ کرتا ہے، جن کی انتہا نہیں۔ اگر کوئی اُونچے مکانات اور عظیم الشان بنگلے اور کوٹھیاں بنانے پر مر رہا ہے، ساتویں منزل پر اپنا خاص کمرہ بنانا چاہتا ہے۔ تو قرآن شریف ساتویں ہزار منزل پر پہنچاتا ہے۔ اگر کوئی اس کا گرویدہ ہے کہ ایسی آسان تجارت کروں، جس میں محنت کچھ نہ ہو اور نفع بہت سا ہو۔ تو قرآن شریف ایک حرف پر دس نیکیاں دلاتا ہے۔ اگر کوئی تاج و تخت کا بھوکا ہے اور اس کی خاطر دنیا سے لڑتا مرتا ہے۔ تو قرآن شریف اپنے رفیق کے والدین کو بھی وہ تاج دیتا ہے جس کی چمک دمک کی دُنیا میں کوئی نظیر ہی نہیں۔ اگر کوئی شعبدہ بازی میں کمال پیدا کرتا ہے، آگ ہاتھ پر رکھتا ہے جلتی دیا سلائی مُنہ میں رکھ لیتا ہے۔ تو قرآن شریف جہنم تک کی آگ کو اثر کرنے سے مانع ہے۔ اگر کوئی حکام رسی پر مرتا ہے، اس پر ناز کرتا ہے۔ کہ ہمارے ایک خط سے فلاں حاکم نے اس ملزم کو چھوڑ دیا۔ ہم نے فلاں شخص کو سزا نہیں ہونے دی۔ اتنی سی بات حاصل کرنے کے لئے جج و کلکٹر کی دعوتوں اور خوشامدوں میں جان و مال ضائع کرتا ہے۔ ہر روز کسی نہ کسی حاکم کی دعوت میں سرگرداں رہتا ہے تو قرآن شریف اپنے ہر رفیق کے ذریعہ ایسے دس شخصوں کو خلاصی دلاتا ہے جن کو جہنم کا حکم مل چکا ہے۔ اگر کوئی خوشبوؤں اور عطروں کا فریفتہ ہے، رہنا ہے مُشکی بر غسل چاہتا ہے۔ تو قرآن شریف سراپا مشک ہے، اور اگر غور کریں گے تو معلوم ہو جائے گا کہ اُس مُشک سے اس مُشک کو دُوری بھی نسبت نہیں۔ چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔ اگر کوئی ڈرے کوئی کام کر سکتا ہے، مجھے ترغیب اس کے لئے کافی نہیں تو قرآن شریف سے خالی ہوا گھر کی بربادی کے برابر ہے۔ اگر کوئی عابد افضل العبادت کی تحقیق میں اس کا متمنی ہے کہ جس چیز میں زیادہ ثواب ہو اسی میں زیادہ مشغول رہیں تو قراءتِ قرآن افضل العبادات ہے۔ اور تصریح سے بتلا دیا کہ نفل، نماز، روزہ اور تسبیح و تہلیل وغیرہ سب سے افضل ہیں۔ بہت سے لوگوں کو عالمہ جانوروں سے محبت اور دلچسپی ہوتی ہے، عالمہ جانور قیمتی داموں میں خرید سے جاتے ہیں۔ قرآن شریف اس سے بھی افضل ہے۔ اکثر لوگوں کو صحت کا فکر دامنگیر ہوتا ہے۔ ورزش کرتے ہیں۔ روزانہ غسل کیا جاتا ہے۔ دوڑتے بھاگتے ہیں۔ علی الصبح تفریح کرتے ہیں۔ اسی طرح سے بعض لوگوں کو رنج و غم، فکر و تشویش دامنگیر رہتی ہے۔ **حضورؐ** نے فرمایا کہ سُورہ فاتحہ ہر بیماری کی شفا ہے اور

قرآن شریف دِلوں کی بیماری کو دُور کرنے والا ہے

کسی کو اپنے حسب نسب پر افتخار ہوتا ہے کسی کو اپنی عادتوں پر، کسی کو اپنی ہر دلعزیزی پر اور کسی کو اپنے حُسن تدبر پر۔ حضورؐ نے فرما دیا، کہ حقیقۃً قابلِ افتخار جو چیز ہے۔ وہ قرآن شریف ہے، اور کیوں نہ ہو کہ درحقیقت ہر جمال و کمال کو جامع ہے ؎

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

اکثر لوگوں کو خزانہ جمع کرنے کا شوق ہوتا ہے کھانے اور پہننے میں تنگی کرتے ہیں، تکالیف برداشت کرتے ہیں اور ننانوے کے پھیر میں ایسے پھنس جاتے ہیں۔ جس سے نکلنا دشوار ہو جاتا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ ذخیرہ کے قابل کلام پاک ہے کہ جتنا دل چاہے آدمی جمع کرے کہ اس سے بہتر کوئی خزانہ نہیں اور دُنیا کے خزانے تو مرنے کے بعد یہیں رہ جائیں گے اور یہ ایسا خزانہ ہے کہ جو مرنے کے بعد بھی کام آئے گا، اسی طرح بجلی کی روشنی کا اگر آپ کو شوق ہے آپ اپنے کمروں میں بجلی کے قمقمے اس لئے نصب کرتے ہیں، کہ کمرہ جگمگا اُٹھے تو قرآن شریف سے بڑھ کر نورانیت کس چیز میں ہو سکتی ہے۔ اگر آپ اس پر جان دیتے ہیں کہ آپ کے دوست و احباب آپ کے پاس تحفے تحائف اور نذرانے لے کر آئیں۔ تو قرآن شریف سے بہتر تحائف دینے والا کون ہے اگر آپ کسی افسر یا وزیر کے اس لئے قدم چُومتے ہیں کہ وہ دربار میں آپ کا ذکر کردیگا کسی جاگیردار کی اسلئے خوشامد کرتے ہیں کہ وہ کلکٹر کے یہاں آپکی کچھ تعریف کردیگا یا کسی کی آپ اسلئے چاپلوسی کرتے ہیں کہ محبوب کی مجلس میں آپ کا ذکر کرے تو قرآن شریف احکم الحاکمین محبوب حقیقی کے دربار میں آپ کا ذکر خود محبوب و آقا کی زبان سے کراتا ہے۔ اگر آپ اس کے خواہاں رہتے ہیں کہ محبوب کو سب سے زیادہ مرغوب کیا چیز ہے، جس کو مہیا کرنے میں وہ دھن کی ہنر نکالی جائے۔ تو قرآن شریف کے برابر آقا کو کوئی چیز بھی مرغوب نہیں۔ اگر آپ درباری بننے میں عمر کھپا رہے ہیں، سلطان کے مصاحب بننے کے لئے ہزار تدابیر اختیار کرتے ہیں تو کلام اللہ شریف کے ذریعہ آپ اُس بادشاہ کے مصاحب شمار ہوتے ہیں۔ جس کے سامنے کسی بڑے سے بڑے بادشاہ کی کچھ حقیقت نہیں تعجب کی بات ہے۔ کہ لوگ کونسل کی ممبری کے لئے اور اتنی سی بات کیلئے کہ کلکٹر صاحب شکار کے لئے جائیں گے تو اُن کو بھی ساتھ لے لیں تو وہ کس قدر قربانیاں کرتے ہیں، تمام راحت اور جان و مال نثار کرتے ہیں۔ لاکھوں سے کوشش کراتے ہیں، دین و دنیا دونوں برباد کرتے ہیں۔ صرف اس لئے کہ ان کی نگاہ میں اس سے اُن کا اعزاز ہوتا ہے تو پھر کیا حقیقی اعزاز کے لئے حقیقی بادشاہ و حاکم کی مصاحبت کے لئے واقعی درباری بننے کے لئے آپ کو ذرا سی توجہ کی بھی ضرورت نہیں؟ آپ اس نمائشی اعزاز پر عمر خرچ کیجئے، مگر خدا اس عمر کا تھوڑا سا حصہ عمر دینے والے کی خوشنودی کے لئے بھی تو خرچ کیجئے، اسی طرح اگر آپ میں حیثیت پیدا ہو گئی ہے

(باقی صفحہ ۱۵ پر)

ہفت روزہ

خدام الدین لاہور

جلد ۱ | یوم جمعہ ۱۸ رجب المرجب ۱۳۷۵ھ مطابق ۲ مارچ ۱۹۵۶ء | شمارہ ۴۲

یہ تفاوت کیوں؟

اس ملک سے غیر ملکی راج تو ختم ہو چکا ہے لیکن بدقسمتی سے ہمارے ارباب اختیار نے ان کی پوری نقالی کرنے کا عہد کر رکھا ہے۔ حکمران طبقہ میں سب سے بڑی برائی یہ ہے کہ یہ عوام سے خود کو بدرجہ غایت الگ تھلگ رکھتے ہیں۔ جب سرکاری طور پر نکلتے ہیں تو ماتحتوں اور حفاظت کرنے والوں کے جلو میں اور سڑکیں شاہراہیں رستے بند کر دیئے جاتے ہیں۔ اور اگر پرائیویٹ طور پر جاتے ہیں تو کلبوں اور ہوٹلوں میں جہاں عوامی طائر خیال بھی پرواز نہیں کر سکتا۔ جب تک وہ عوام میں نہیں آتے۔ وہ ان کی ضرورتوں اور تکالیف کو ہرگز نہ سمجھ سکیں گے۔ ابتداء میں تو ہمارے وزرائے عظام کبھی کبھی عوام کو درخور اعتنا سمجھتے تھے۔ جلسے کرکے ان سے بات چیت بھی کر لیتے تھے۔ لیکن تھوڑے ہی عرصہ بعد یہ رسم بھی جاتی رہی۔ ہمارے لیڈروں کے پاس انگلستان اور امریکہ جانے کے لیئے وافر وقت ہوتا ہے۔ لیکن عوام سے ملنا شاید اُن کی شان ہی کے شایاں نہیں۔ ان حالات میں کیا عوام ان کو اپنے نمائندے اور ملکی حکمران سمجھ سکتے ہیں؟

کچھ تو ان کا اپنا قصور ہے اور کچھ اہلکاران حکومت اپنی اغراض کی بنا پر ان کو قریب ہی آنے نہیں دیتے اور مصنوعی حالات کی نمائش کر کے حقیقی صورت حالات پر پردہ پوشی کر دیتے ہیں۔ وقتی طور پر چیزوں کو ٹھیک کر دیا جاتا ہے۔ اور اس طرح ایک طرف تو حکمران "سب ٹھیک ہے" کی مہر ثبت کرتے ہوئے واپس چل دیتے ہیں۔ دوسری طرف نا اہل اہلکار اپنی دھوکہ دہی پر مسرور ہوتے ہیں اور پہلے سے زیادہ تغافل برتنے لگ جاتے ہیں۔ گذشتہ دنوں پاکستان کے سربراہ کی بیگم صاحبہ لاہور میں ایک سرکاری درسگاہ کے معائنہ کے لیئے آئیں تو اس علاقے میں پہلی دفعہ گلی کوچوں کی صفائی دیکھنے میں آئی۔ جہاں جہاں ان کا گذر ہونا تھا وہاں سے خوانچہ فروش بھی گھسیٹ کر عقبی گلیوں میں کر دیئے گئے۔ اور وہاں پولیس والے کھڑے ہو گئے۔

یہ کیا تماشہ ہے کہ چند لمحات کسی جگہ ٹھیرنے والے ایک پاکستانی کے لیئے تو یہ صفائی اور نفاست کا اہتمام ہو اور وہ ہزارہا پاکستانی جو ہمیشہ اس جگہ رہتے ہیں اُن کی تمام عمر میں بھی ایک موقع ایسا نہ آئے۔ کہ اُن کے حفظان صحت کے لئے ارباب اختیار کو کچھ کرنے کی توفیق ہو۔ کیا حکمران طبقہ اتنا ہی نادان ہے کہ وہ عارضی انتظامات پر بھی اظہار تشفی کر دیتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہمارے حکمران اتنے نادان نہیں ہیں یہ تو محض ان کا تجاہل عارفانہ ہوتا ہے کہ وہ ایسی صورت واقعات سے اغماض کر جاتے ہیں۔

ان واقعات کو دیکھ کر ہم یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ اگر عوامی خدمت کما حقہ نہیں ہو سکتی تو للّٰہ ایسی حکومت سے دستبردار ہو جایئے۔ اور اگر سر میں حکومت کرنے ہی کا سودا سمایا ہے تو فاروق اعظمؓ جیسے حکمرانوں کے اسوہ سے استفادہ کیجئے۔ وہ دورے کرتے تھے مگر حافظتی دستوں کی معیت میں نہیں بلکہ تن تنہا۔ رات کے وقت چھپ کر۔ تاکہ بد اعمال اہلکار عوام اور حکمران کے درمیان حائل نہ ہو سکیں۔ اس قسم کے حکمرانوں کو آج تک لوگ یاد کرتے ہیں۔ جور و ستم کرنے والوں کے منہ پر نہیں تو بعد میں سب لعنتیں بھیجتے ہیں۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ ہمارے برسر اقتدار طبقہ کو خلفائے راشدین کے نقش قدم پر چل کر حکومت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ تاکہ مرنے کے بعد بھی دُنیا ان کی تعریف میں رطب اللسان رہے۔ ع این دُعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

کارپوریشن کی تعمیر کردہ پیشاب گاہیں:—

ہم نے ۲۰ر جنوری ۱۹۵۶ء (صد ۱۶ پر) کے پرچہ میں ان پیشاب گاہوں کی تعمیر کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کیا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ کارپوریشن کے ارباب حل و عقد نے ہماری معروضات کو درخور اعتناء نہیں سمجھا۔ ورنہ ان پیشاب گاہوں کے رُخ اب تک بدل گئے ہوتے۔ اب ہم ان سے یہ عرض کریں گے سہ

مانو نہ مانو جان جہاں اختیار ہے!
ہم نیک و بد حضور کو سمجھائے جائیں گے

اب دوبارہ ہم ان کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ آپ نے پیشاب گاہیں تو بنا دیں لیکن ان کی صفائی کا بھی کوئی انتظام کیجئے۔ وہ ہر وقت اتنی گندی رہتی ہیں۔ کہ ان کو استعمال کرنا تو در کنار ایک شریف آدمی پاس سے بھی نہیں گذر سکتا۔ اس کے علاوہ طہارت کے لیئے ضروری ہے کہ ان کے اندر پانی کے نلکے بھی دلگائے جائیں۔

درس قرآن مجید:۔ مسجد لائن والی میں مغرب کے بعد مولوی محمد مقبول عالم صاحب بی۔ اے نے درس قرآن مجید شروع کیا ہے۔ ہم مسلمانوں کو درس میں شامل ہو کر تعلیم قرآن مجید حاصل کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔

تبصرہ:—

حضرت مولٰنا ابو احمد عبداللہ صاحب لودہانوی گوجرانوالہ نے دُنیا میں عالمگیر انقلاب پیدا کرنے کے لیئے مسلمانوں سے اپیل کی ہے کہ وُہ اسلامی لٹریچر کو طبع کرا کر شائع کریں۔ اس سلسلہ میں ان کے مرتب کردہ مندرجہ ذیل ونہ پمفلٹ ہماری نظر سے بھی گزرے ہیں۔

(۱) تبلیغی مجموعات کی فہرستیں (۲) تمہید الترغیب

یہ دونوں پمفلٹ دارالعلوم نعمانیہ گوجرانوالہ کے شائع کردہ ہیں اور ناظم دارالعلوم سے مفت مل سکتے ہیں۔ صاحب ثروت حضرات کے

چند پارہ ہائے دل

(از جناب خاموش مبلغ ملتان شہر)

یہ دستور زباں بندی ہے کیسا تیری محفل میں
یہاں تو بات کرنے کو ترستی ہے زباں میری

طاؤسی قیادت: — مسلمانوں کو ذلت و رسوائی کے گڑھے میں دھکیل رہی ہے۔ جب کہ مملکت خداداد پاکستان کہ جس کا مقصد تخلیق ہی احیائے اسلام کا بلند بانگ نعرہ تھا۔ مغرب زدہ برسر اقتدار طبقہ کی خود فریب منافقت کے سبب اسلام کے مزاج کی بالکل مخالف سمت بسرعت منازل طے کرتی چلی جا رہی ہے۔ تمام وہ خاردار وادیاں اور خطرناک راستے جو دنیا کی ہلاکت و تباہی کا پیش خیمہ ہیں کاروان اسلام کے لئے پوری کوشش سے ہموار کئے جا رہے ہیں گزشتہ آٹھ سال میں ہمارا ماحول اس قدر متعفن اور زہریلا بنا دیا گیا ہے کہ معاشرہ میں خوشبو و بدبو نیکی اور بدی حلال اور حرام کی تمیز تک ختم کی جا رہی ہے۔ فحاشی و بداخلاقی کی ابتدائی تربیت گاہوں (سینما و ریڈیو) کی تباہ کاریوں کی بدولت قوم کے اخلاق و اطوار افکار و کردار میں ایسی کجروی پیدا کر دی گئی ہے کہ شیطان بھی شاید اطمینان کا سانس لے رہا ہو —— اس کی تمام تر ذمہ داری ہماری بیفکر حکومت اور طاؤسی قیادت پر ہے جو حتی الامکان رقص و موسیقی کی مجالس بنام بازار تام نہاد صنعتی نمائشیں کھیل کود اور تفریحات کی مکمل سرپرستی اپنا فرض اولین تصور کر چکی ہے۔ مگر پاکستانی ذہنوں کو اسلامی زاویوں پر ڈھالنے سے قطعاً معذور ہے۔ شاید قیامت کے دن کی باز پرس اور خدا کے خوف سے ہمارے حکام بے نیاز ہو چکے ہیں مقام افسوس ہے کہ چند روزہ کے عارضی سرور اور پر فریب عیش و آرام کی خاطر ہمیشہ کی ذلت کا خطرہ خرید کیا جا رہا ہے۔ ؎

خرد نے کہہ بھی دیا لا الہ تو کیا حاصل
دل و نگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں!

اپنی اصلاح کیسے ہو؟ جب کہ بربادی کے ہتھکنڈوں پر بے دریغ سرمایہ صرف کیا جا رہا ہو۔ ہر نت نئے سینماؤں کا اجراء اور فحش و عریاں پبلسٹی پوسٹر۔ اشتہارات۔ رسالے اخبارات نیم عریاں رنگین امریکی تصاویر غرضیکہ مسلمانوں کی تباہی کے لئے ہزاروں روپیہ گمراہی کی نشر و اشاعت پر روزانہ خرچ کیا جا رہا ہے کہ جس کے نتیجہ میں مسلمان عصر حاضر کی چور بازاری، گرانی، مصنوعی قحط سالی اور عبرتناک معاشی بدحالی کے باوجود سینما کا ٹکٹ (سند تباہی) خریدتے ہوئے قطار در قطار کھڑے ہو کر وقت اور روپیہ کے ساتھ ساتھ دنیا و آخرت بھی خراب کرنے کو بخوشی برداشت کرنے میں لذت محسوس کرنے لگے ہیں۔ اس قدر فتنہ سامانیوں کے ساتھ نہایت ہی حسین انداز میں ارشاد ہوتا ہے کہ اپنی اصلاح آپ کیجئے! گویا گندگی کے انبار پھیلا کر یہ سوچا جائے کہ مکھیاں اور بدبو کیوں آتی ہیں یا فحاشی۔ بدمعاشی اور بداخلاقی کے ادارے عام کر کے یہ کہا جائے۔ کہ

اتنے تماش بین کہاں سے آ جاتے ہیں ؎

یہ حقیقت ہے کہ انساں کی تباہی میں شریک
فتنۂ رُخ ہی نہیں فتنۂ تصویر بھی ہے!

ہوس زر کی شکار صحافت اور ہوائے نفس کی شکار قیادت و ارباب اختیار کان کھول کر سُن لیں کہ اس گئے گزرے دور میں مسلمانوں کے دلوں میں تقدس و تقویٰ کی حرارت نہ سہی ایمان کی چنگاری ضرور محفوظ ہے۔ اسلام کی آن پر مر مٹنے کا جذبہ نہ سہی کم از کم خدا کے خوف کا تصور ہی ثبت ہے۔ جو کبھی نہ کبھی دن مسلمان کی غفلت اور بزدلی پر غالب آ کر ہی رہے گا۔

—— اچھا تو اس اندھے تصور کے ماتحت اپنے پاؤں پر خود ہی کلہاڑا چلانے سے پیشتر ارشاد باری تعالےٰ ——

ہاں ہاں خدائی فرمان مالک حقیقی کا امتناعی حکم ——

ہزاروں برس کا مجرب تاریخی انتباہ سُن لیجئے!

”بعض آدمی کھیل کی باتوں ——

کو خرید کرتے ہیں کہ لوگوں کو خدا کی راہ سے
بغیر سمجھے گمراہ کریں اور اس پر تمسخر کرتے ہیں۔
اُن کے لئے ذلت کا عذاب ہے اور جب
اس کو ہماری آیات سنائی جائیں تو غرور اور تکبر
سے سننا ہی نہیں چاہتا۔ گویا اس کے دونوں
کان بہرے ہیں۔ سو اس کو دردناک عذاب
کی خبر دیجئے“ (سورۂ لقمان آیات ۶-۷)

؎ تماشا خود نہ بن جانا تماشہ دیکھنے والے!

پاکستان کی اسلامی حکومت اور مسلمان صحافت **:** — سے گزارش ہے کہ: — اگر آپ خداوند باری تعالیٰ پر اس کے تمام ناموں اور صفتوں کے ساتھ ایمان رکھتے ہیں۔ اس کے تمام احکام کو بصدق دل و جان قبول کرتے ہیں۔ اس کے بھیجے ہوئے تمام انبیاء کرام خصوصاً ختم المرسلین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت یا عشق رسول کے کسی بھی درجہ میں مدعی ہیں۔ تمام آسمانی صحیفوں خصوصاً قرآن مجید کو مکمل ضابطۂ حیات اور ساری دنیا کے لئے موجب نجات و نور ہدایت تسلیم کرتے ہیں۔ قیامت کے دن دوبارہ جی اٹھنے اعمال کی باز پرس جزا و سزا کا خوف رکھتے ہیں تو آئیے۔ کتاب و سنت کی روشنی میں سب سے پہلے قوم کے اخلاق میں پاکیزگی پیدا کرنے کا تہیہ کر کے اپنی صداقت کا ثبوت پیش کیجئے۔ پیشتر اس کے کہ جمہوریہ اسلامیہ پاکستان کا خالص اسلامی آئین تیار ہو۔ فحاشی کی پرائمری تربیت گاہوں کی ہلاکت آفرینیوں سے اخبارات کے صفحات کو پاک کیجئے۔

خُدا کیلئے —— ملک و قوم کے لئے —— نہیں نہیں صرف اپنی نجات کے لئے کثیر مالی نقصان برداشت کیجئے اور نواہی و منکرات خصوصاً سینما کے مہلک ترین اشتہارات کی اشاعت بند کیجئے اور نئے سینما و دیگر خلاف اسلام تفریح گاہوں کے خلاف متحدہ محاذ قائم کیجئے!

اے طائر لاہوتی اس رزق سے موت اچھی
جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی (اقبالؒ)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: —

”جس شخص نے ہدایت کی طرف بلایا اس کے
لئے اتنا ہی اجر ہے کہ جتنا پیروی کرنے
والوں کے اجر سے کچھ بھی کم نہ ہوگا۔ اور
جس نے برائی کی طرف بلایا تو اس کے لئے
بھی اتنا ہی گناہ ہوگا کہ جتنا پیروی کرنے والوں
کا۔ اور پیروی کرنے والوں کے گناہ سے
کچھ بھی کم نہ ہوگا (رواہ مسلم)

حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: —

اس ذات کی قسم ہے کہ جس کے قبضہ میں میری
جان ہے یا تو تم نیکی کا حکم کرنے والے اور برائی
سے روکنے والے بن کر رہو گے یا پھر تم پر
اللہ تعالیٰ ایسا عذاب بھیجے گا کہ تم اس کو
پکارو گے اور کچھ شنوائی نہ ہوگی“ (رواہ ترمذی)

؎ تیرے دریا میں طوفاں کیوں نہیں ہے
خودی تیری مسلماں کیوں نہیں ہے (اقبال)

خرابی سینما

(آخری قسط)

از مولانا جمیل احمد صاحب مفتی جامعہ اشرفیہ لاہور

(۳۰)

جو چیز ایک بار بھی دل پہ گذر گئی جس جرم پر کبھی بھی کسی کی نظر گئی
اِک دن کو کوئی کام طبیعت جو کر گئی دل سے ہر اس گناہ کی نفرت اُتر گئی
یوں عمر بھر کو روگ یہ لگتا نہ دیکھئے
انسان ہیں تو آپ سینما نہ دیکھئے

(۳۱)

جو کام کرتا رہتا ہے انسان بار بار وُہ نیک کام ہو کہ ہو بدیوں میں شمار
عادت بنے گا پھر نہیں چھوٹیگا زینہار عادت بنائیں نیک کہ بد سے یہ اجتناب
عادت بنے نہ شغل یہ رندانہ دیکھئے
انسان ہیں تو آپ سینما نہ دیکھئے

(۳۲)

ہوتا تھا فضل و علم و ہنر آپ کا شعار کرتا تھا ایک ایک سے بڑھ چڑھ کے کاربار
پڑتا ہے عیش و رنگ میں جب کوئی ہوشیار اُٹھ جاتا رفتہ رفتہ ہی دل میں سے شوق کار
اس طرح بنتا خود کو نکما نہ دیکھئے
انسان ہیں تو آپ سینما نہ دیکھئے

(۳۳)

مسلم کہ پاک روح بھی ہے جنتی بھی ہے محبوبِ کردگار کا پھر اُمتی بھی ہے
خیرُ البریہ ہو کے یہ کم ہمتی بھی ہے آج اس قدر یہ پست بھی ہے علتی بھی ہے
اپنی ترقیوں میں یہ گھاٹا نہ دیکھئے
انسان ہیں تو آپ سینما نہ دیکھئے

(۳۴)

اپنے علوِ شان پہ بھی التفات ہو کیسے بلند پایہ ہو۔ عالی صفات ہو
ہر کام اب تو آپ کا کارِ نجات ہو رتبہ کے اس پاس کی ہو جو بھی بات ہو
اس مرتبہ کو خاک میں ملتا نہ دیکھئے
انسان ہیں تو آپ سینما نہ دیکھئے

(۳۵)

پیشِ نظر ہے آپکے اسلاف کا بھی حال وُہ ہمتیں وہ حوصلہ وُہ جاہ وہ جلال
وُہ دبدبہ وہ شان وہ شوکت وہ ہر کمال وہ شوقِ دینداری و تیاریِ مآل
اپنے کو نا خلف کبھی ہوتا دیکھئے
انسان ہیں تو آپ سینما نہ دیکھئے

(۳۶)

جب اشرفِ خلائقِ عالم ہے آدمی پھر اس کے حال سے نہیں جائز ہے بے غمی
افسوس آج اس میں ہے ہر قسم کی کمی اب بن نہ جائے ارذلِ مخلوقِ عالمی
اُلٹی ترقیات کا زینہ نہ دیکھئے
انسان ہیں تو آپ سینما نہ دیکھئے

(۳۷)

ہوتا ہے نیکیوں کا جو مشکل سے کچھ اثر وُہ ایک فعلِ بد سے ہی جاتا ہے سب اُتر
توبہ ہوئی تو آئے گا پھر کچھ نہ کچھ نظر ورنہ تمام عمر ہی پیٹا کریں گے سر
نیکی اگر ہے کچھ اسے مٹتا نہ دیکھئے
انساں ہیں تو آپ سینما نہ دیکھئے

(۳۸)

جب دیکھتا ہی رہتا ہے انسان خرابات ہاں خود ہی کرنے لگتا ہے کچھ کام واہیات
مانوس ہو کے ان کو سمجھ لیتا ہے صفات ہوتا نہیں کبھی اسے توبہ پہ التفات
بے توبہ مر کے آگ میں جلنا نہ دیکھئے
انسان ہیں تو آپ سینما نہ دیکھئے

(۳۹)

ایمان نے جو بخشا ہے قلب جگر کو نُور ہونے نہ دیجئے اسے مستور اور دُور
غفلت کے پردے ہوں گے خرافات سے ضرور بڑھ کر نہ کر دیں چاند کو بالکل گہن ضرور
ایمان کے چراغ کو بجھتا نہ دیکھئے
انسان ہیں تو آپ سینما نہ دیکھئے

(۴۰)

جو چیز دل دماغ میں ہو گی رچی ہوئی ذہن اور تصورات کے اندر بسی ہوئی
جب ہو گی وقت نزع میں ہچکی لگی ہوئی کلمہ کے بدلے ہو نہ وہ لب پہ جمی ہوئی
یوں خاتمہ بخیر کا خطرہ نہ دیکھئے
انساں ہیں تو آپ سینما نہ دیکھئے

محسنِ کائنات

(۲)

از جناب ماسٹر لال دین صاحب اخگر بی اے بی ٹی

حقوق العباد کی اہمیت

رسولِ ہاشمی صلی اللہ علیہ و الہ وسلم کی بعثت سے پہلے ہادیانِ برحق نے کائنات کی تمام بستیوں میں پیغامِ خداوندی پہنچایا۔ اس پیغام کی بنیادی حیثیت تمام زمانوں میں کم و بیش ایک ہی تھی۔ مگر مرورِ ایام سے بعض فروعات میں چند ترمیمات نظر آتی رہیں۔ یہ مشیت ایزدی تھی کہ کس علاقہ میں کس قوم میں اس کے ماحول کے مطابق راہِ ہدایت پہ لانے کے لئے کیسے احکام بھیجنے ضروری اور مناسب ہیں۔ ہم مسلمانوں کو شرائعِ سابقہ کے جزوی اختلافات میں کوئی کلام نہیں۔ کیونکہ ایمان کامل کا یہی تقاضا ہے کہ ہم ادیانِ ماسبق کے فروعی اختلافات کو منشائے الٰہی کا نتیجہ یقین کریں۔ اور غیر مسلموں کی طرح اپنی عقلِ نابکار کو اُن میدانوں میں جولانی کا موقعہ نہ دیں۔ جن میں قدم رکھنے کی اُس میں تاب ہی نہیں۔ اور آج تک انسانی خرد کی ہرزہ پیمائی سے کچھ حاصل بھی نہیں ہوا۔

جب سے اسلام نے دُنیا میں قدم رکھا ہے۔ دین کے اجزائے ترکیبی حقوق اللہ اور حقوق العباد ہی رہے ہیں۔ دین کے بیج سے یہ دو تنے ہر زمانے میں پھیلتے اور یکساں طور پر پرورش پاتے رہے۔ پیغمبرانِ وقت جن کی حیثیت گلشنِ دہر میں باغبان کی رہی ہے۔ ان دو تنوں کی حفاظت اور پرداخت میں مساویانہ سعی جمیلہ فرماتے رہے بلکہ شجرِ اسلام کی جڑوں کو اکثر زمانوں میں انبیاءِ کرام کے خون سے سینچا گیا۔ اِن مقدس اولوالعزم باغبانوں نے دُنیا کے ویرانوں کو گل و گلزار سے بدلنے کی خاطر ہر طرح کی قربانیاں پیش کیں اور قرآن عزیز جو اقوامِ عالم کی ایک مصدقہ اور بے بدل تاریخ ہے پیغمبرانِ الٰہی کی ان انتھک کوششوں اور جانفشانیوں کی خونچکاں داستانیں پیش کرتا ہے۔ خیر میرا مقصد صرف اسی حقیقت کی وضاحت کرنا تھا۔ کہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کا مسئلہ انسانی دُنیا میں آفرینشِ آدم علیہ السلام سے لے کر تا حدِ قیامت جاری و ساری رہے گا۔ اور جس زمانے میں شجرِ اسلام کے ان دو تنوں میں کسی ایک کی حفاظت اور پرداخت میں فرق پڑا۔ دوسرا تنہ بھی دیکھتے ہی دیکھتے بے برگ و بار ہو گیا۔ گویا یہ دو آفتاب ہیں۔ جن کی درخشندگی کا قیام ایک دوسرے پہ ہے۔ یا دین کے سیپ سے نکلے ہوئے دو گوہرِ شاہوار ہیں۔ جن کی پرورش پر پروردگارِ عالم نے ایک ہی جیسی نگاہِ التفات ڈالی ہے بلکہ بعض حالات میں سالکینِ راہِ ہدیٰ کا خون حقوق العباد کے تصور سے ہی سفید پڑ جاتا ہے۔ جبکہ حقوق اللہ کے معاملے میں عاصیانِ اُمتِ محمدیہ کی مغفرت طلب نگاہیں کبھی خدائے قدوس کی شانِ غفاری اور کبھی رحمۃ للعالمین کی شفاعت کبریٰ پر جا پڑتی ہیں۔

اس سے پیشتر کہ میں حقوق العباد میں سے والدین کے حقوق اور اولاد کے فرائض پر تبصرہ کروں۔ مجھے صراحۃً اس امر کا اعتراف کرنا ہوگا۔ کہ اس تحریر میں میری معلومات کے ماخذ قرآن مجید اور سیرتِ نبوی ہوں گے۔ میں بزرگانِ سلف میں سے سید سلیمان ندوی مرحوم کی سیرتِ نبوی سے استفادہ کروں گا۔ کیونکہ مجھ جیسے بے بضاعت طالبعلم کو حقوق العباد جیسے اہم مسئلے میں تحقیق و اجتہاد کی ہرگز ہرگز جرأت نہیں ہونا چاہیئے۔ اور اس کے علاوہ جہاں تک مشاہداتِ دورِ حاضرہ اور واقعات روزمرہ کا تعلق ہے اس میں بھی میری نظر انشاءاللہ تعالےٰ ہر موقعہ پر حقائق اور مسلّمات پر ہی ہوگی۔ وما توفیقی الا باللہ۔ علیہ توکلت والیہ اُنیب۔

منہاج النبوۃ وہ خدائی شاہراہ ہے۔ جس پہ کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار روحانی روشنی کے مینار ہر وقت جگمگاتے رہے ہیں۔ کائنات کی تمام بستیوں سے یعنی حیطۂ عالم کے تمام اطراف سے نصف قطروں کی طرح دربارِ الٰہی تک راستے جاتے رہے ہیں۔ لہٰذا وہ لوگ جو بعثتِ محمدیہ سے پہلے انبیاءِ کرام کی تعلیم سے مستفیض ہوئے اُن کو بھی حقوق اللہ اور حقوق العباد سے آگاہی ملتی رہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تورات میں والدین کے حقوق کے متعلق توحید باری تعالےٰ کے بعد ہی ان الفاظ تاکید موجود ہے۔

"تو اپنے ماں باپ کو عزت دے۔ تاکہ تیری عمر اس زمین میں جو تیرا خدا تجھ کو دیتا ہے۔ دراز ہو"

اور پھر تورات نے یہاں تک کہہ دیا ہے۔ کہ

"جو کوئی اپنے باپ یا ماں پر لعن کرے۔ مار ڈالا جائے گا۔ اور جس نے اپنے باپ یا ماں پر لعنت کی۔ اس کا خون اس پر ہے"۔ اور اسی کے لگ بھگ حضرت عیسےٰ علیہ السلام احکام لے کر تشریف لائے۔ مگر دینِ عیسوی کے دوست نما دشمنوں نے الہامی تعلیم میں ہر طرح کی تحریف کو روا رکھا اور کتبِ سماوی کو اپنی خواہش کے مطابق تبدیل کر کے جلبِ زر کا بہترین ذریعہ بنایا۔

لہٰذا اعتقادات۔ عبادات اور ساتھ ساتھ معاملات اور اخلاقیات کے چہرے پر بھی رذائل اور فواحش کے بدنما دھبے پوری طرح چھا گئے۔ انسانی طبائع کے بہیمی مطالبات نے حقوق کو یکسر پامال کر ڈالا۔ یہی وجہ ہے۔ کہ احسنِ تقویم کا مستحق اسفل السافلین کا مونہ بنا۔ اور خود خالقِ کائنات اور نگارندۂ آفاق نے اپنے آخری پیغام میں فتویٰ دیا کہ ان لوگوں کے اعمال شنیعہ اس حد تک پہنچ گئے ہیں۔ کہ اب کسی ہادی کی آواز اُن کو واپس نہیں لا سکتی۔ واٰمنہم کافرون۔ اور کہیں فرمایا کالانعام بل ھم اضل۔ وہ بے راہروی کے اس قدر عادی ہو چکے ہیں کہ رُشد و ہدایت کی تمام راہیں اُن پر بند ہیں۔ صُمٌّ بُکمٌ عُمیٌ فَھُم لَا یَرجِعُون نتیجہ یہ نکلا۔ کہ جب اِن لوگوں نے اپنی مرضی سے ضابطۂ حیات کے مختلف شعبوں کے لئے آئین مرتب کئے تو کہیں بڑے بیٹے کے سوا سب کو میراث سے محروم رکھا۔ کہیں باپ پر بیٹے کو مقدم کرنے کا حق دیا گیا۔ کہیں باپ کی بیوی سے نکاح کو جائز رکھا گیا۔ غرضیکہ انسانی آبادیوں میں شیطان کا عالمگیر تسلّط قائم ہو گیا۔ مگر فضلِ ربّانی سے اسلام نے آتے ہی انسانی برادری کے پہلے مراتب مقرّر کئے۔ اور پھر اُن میں حقوق کی تقسیم اس احسن طریق پہ کی۔ کہ فطرتِ سلیمہ کو اس میں ہرگز ہرگز کلام نہیں۔ اور پھر سیّد الانبیاء صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے حقوق کی توضیح میں جس عملی نمونہ کو پیش کیا اس کا جواب ماضی۔ حال اور استقبال میں تلاش کرنا کلیتہً محال ہے۔ رسولِ اکرمؐ مکّی ہونے کے لحاظ سے شرفاءِ عرب کے رسم و راہ کو خوب جانتے تھے۔ حضورِ اکرمؐ کو علم تھا۔ کہ یہ درندہ صفت انسان اس قدر ظالم اور سفّاک ہو چکے تھے۔ کہ اپنی معصوم بچّیوں کو نہایت بے رحمی سے زندہ درگور کر دیتے تھے۔ اور ان کے دلوں میں شفقتِ پدرانہ اور مہرِ مادرانہ کا احساس ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ وہ لوگ جو اپنی اولاد کے حق میں اس قدر خونخوار تھے اپنی بیوی کے ساتھ کب حسن سلوک کر سکتے تھے۔ اور پھر والدین کی خاطر و مدارات کی۔ اُن سے کیسے توقع ہو سکتی تھی۔ لہٰذا سرورِ کونینؐ نے اس کراہتی ہوئی نسوانی اور ناتواں مخلوق کو اپنے دستِ شفقت کا سہارا دے کر جس مقام پہ پہنچایا اس کو دیکھ کر بادشاہوں کو بھی رشک پیدا ہو تو بجا ہے۔ کئی کئی لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے والے عرب دیکھتے تھے کہ امام الاولین والآخرین اپنی لختِ جگر فاطمۃ الزہراؓ کو آتے دیکھ کر فرطِ محبت سے کھڑے ہو جاتے تھے اور اپنی چادر اُتار کر اس پہ بٹھلاتے۔ اور کبھی نہایت پیار سے خاتونِ جنتؓ کی پیشانی اور ہاتھوں پر بوسے دیتے تھے۔ یہ وہ اسوۂ حسنہ تھا جس نے نہ صرف اصحابہ کرامؓ کو بلکہ تہی دستانِ ایمان کو بھی معصوم بچّیوں کے لئے رحیم و شفیق بنا دیا تھا۔ اور اُدھر والدین کے حق میں جو جو احکام قرآنِ حکیم میں آئے دن نازل ہوتے تھے۔ اور دہانِ مصطفےٰ سے پھول بن کر جھڑتے اور موتی بن کر بکھرتے تھے۔ اُن کی تعلیم نے درماندہ اور ضعیف ماں باپ کو وہ حقوق عطا کئے۔ اور وہ وہ سعادتیں ان کی طرف منسوب کیں کہ اہلِ ایمان اولاد کے لئے والدین کی خدمت خوشنودیٔ پروردگار کا ذریعہ بن کر رہ گئی۔ سچ ہے۔ ہمارے آقاؐ۔ ہمارے مولا من جانب اللہ وہ محسنِ اعظم ہیں۔ جن کی بعثتِ فیض آثار اور رسالت رحمت بار سے جن و انس میں سے کوئی بھی محروم نہیں رہا۔

اللھم صلِّ علیٰ محمّدٍ و الہٖ وعترتہٖ بعددِ
کلِّ معلومٍ لک ط

آئندہ قسط میں انشاءاللہ تعالےٰ نصوصِ قرآنی کی روشنی میں حقوقِ والدین پر تبصرہ کیا جائے گا۔ وما توفیقی الا باللہ ط۔

عروج وزوال کے الٰہی قوانین

قسط نمبر ۵

(از جناب مولوی محمد تقی صاحب امینی)

یہ واقعہ ہے کہ ان حقائق کے باوجود اسلام اور جہاد پر وہی اعتراض کرے گا جس نے بقول "موسیو سیدیو" حق سے کان بند کر لیا ہو اور قلب کی بینائی سے محروم ہو گیا ہو۔

ایمان کیلئے مرکزیت اطاعت اور اتحاد ضروری ہے

دنیا کا یہ مسلمہ فیصلہ ہے کہ قومی اور جماعتی زندگی کی کامیابی کے لئے تنظیم ضروری ہے۔ اور ظاہر ہے کہ تنظیم کی بنیاد تین چیزوں پر ہے:-

(۱) مرکزیت (۲) اطاعت (۳) اور اتحاد۔

یہ تینوں وصف عمدگی کے ساتھ اسی صورت میں پائے جاسکتے ہیں۔ جب کہ افراد میں وحدت فکر پائی جائے دراصل تنظیم کی جان یہی وحدتِ فکر ہے۔ اسی بناء پر علماء نفسیات کی اصطلاح میں جماعت کا اطلاق ہمیشہ ان مجامع پر ہوتا ہے جن میں ناموس وحدتِ فکری (مع اپنے دیگر فروع اور لوازم) تنہا مؤثر اور عمل کرنے والی ہو۔

اور اسی بنا پر ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سی ذی شعور شخصیتیں اور نقاد بعض جماعت میں شامل ہونے کے بعد فکری لحاظ سے ایسا گم ہو جاتی ہیں کہ ان کا پتہ لگانا مشکل ہوتا ہے۔

ایمان کا سب سے پہلا کام یہ ہے کہ وہ افراد کی زندگی میں وحدتِ فکر پیدا کرتا ہے یعنی اس کے ذریعہ پہلے خیالات وعقائد اور احساسات و نوازمیں عمومیت اور اتحاد پیدا ہوتا ہے۔ اور پھر بعد میں تمام ان عناصر کی نشوونما شروع ہوتی ہے جو تمدنی ارتقا کا موجب بنتے ہیں۔

قرآن حکیم میں ایمان کے نتیجہ میں جس قسم کی تنظیم کا ذکر ملتا ہے اس میں عشق و محبت کا جذبہ زیادہ کارفرما دکھائی دیتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ صرف سزا کا خوف دلا کر دلوں کو دنیا پر نہیں فتح حاصل کی جاسکتی بلکہ اس کے لئے عشق و محبت کا جذبہ ہی درکار ہے۔

چند آیتیں یہ ہیں:-

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۵ ۴/۶۵

(آپ کے رب کی قسم یہ لوگ اس وقت تک حقیقی مومن نہیں ہو سکتے ہیں جب تک اپنے تمام جھگڑوں اور قضیوں میں آپ کو حاکم نہ بنائیں۔ اور ان کے دلوں کی ایسی حالت ہو جائے جو کچھ آپ فیصلہ کر دیں اس کے خلاف کسی طرح کی کھٹک نہ محسوس کریں اور جس طرح کسی بات کا تسلیم کر لینا ہوتا ہے ٹھیک اسی طرح تسلیم نہ کر لیں)

؎ کسی کو دے کے دل نواسنجِ فغاں کیوں ہو
نہ ہو جب دل ہی پہلو میں تو پھر منہ میں زباں کیوں ہو

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ۳۳/۳۶

(جب کسی معاملہ میں اللہ اور اس کا رسول فیصلہ کر دے تو پھر کسی مومن اور مومنہ کو ماننے اور نہ ماننے کا اختیار نہیں باقی رہتا)

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ۳/۱۰۳

(سب مل جل کر (ہر لحاظ سے) اللہ کی رسی مضبوط پکڑ لو اور جدا جدا [illegible])

مذکورہ آیتوں میں (۱) "اعتصام بحبل اللہ"

(۲) "لَا يَجِدُوْنَ فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ

(۳) وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا"

(۴) اِنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ

قرآنی تنظیم کی روح ہیں۔

ان آیتوں سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ایمان کے لئے مرکزیت ضروری ہے۔ اور پھر اس مرکزیت کی ایسی اطاعت کی جائے کہ اپنی شخصیت اس میں گم ہو جائے اور اس کے حکم وفرمان کے آگے چون وچرا کی گنجائش باقی نہ رہے۔

قرآنی تنظیم کیلئے صحابہ کرام کی زندگی کو دیکھنا چاہئے

قرآنی حدود و نقوش کے مطابق جس جماعت کی تنظیم ہوتی ہے اس کی یک جہتی اور یک رنگی کا اندازہ صحابہ کرام کی زندگی سے لگایا جاسکتا ہے۔ جن کی تنظیم سرکار دو عالم نے بنفس نفیس خود فرمائی تھی۔ اور جن کی صفت "كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ" سے بیان کی گئی ہے۔ ان کی زندگی میں بنیادی حیثیت سے چند باتیں نمایاں تھیں:-

(۱) یہ سب آپس میں اور اپنے قائد کے ساتھ دل وجان سے عاشق تھے۔

(۲) اجتماعی مقصد کو اپنا عین مقصد سمجھتے تھے۔

(۳) ایک دوسرے کی مراعات اور پاسداری کو فرض عین جانتے تھے۔

(۴) اس کے باوجود ان کا شعور کامل تھا۔ ان کا احساس بیدار تھا اور ان کی شخصیت منظم تھی۔ جس کی بنا پر حریت اور مساوات کے دو اصولوں کا باہمی تصادم نہ ہونے پاتا تھا۔

جدید دنیا کے ماہر نفسیات نے ایسی تنظیم کو نہایت اعلیٰ قسم کی تنظیم شمار کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ ایسے اجتماعی معرکے اخلاقی ماہیت کو ترقی دیئے اور غلبہ حاصل کئے بغیر نہیں رہ سکتے ہیں۔

ڈاکٹر "جوزلیف ہیل" کہتا ہے:-

"عرب جماعت میں بنیادی حیثیت سے دو خوبیاں پیدا ہو گئی تھیں۔ اسلام کی تمام بعد کی جنگی کامیابیاں انھیں دو کی بنا پر تھیں:-

(۱) پابندی ضوابط اور

(۲) موت سے بے خوفی۔

داعی انقلاب نے موت سے بے خوفی نہیں بلکہ موت کے ساتھ عشق پیدا کر دیا تھا۔ صحابہ کرامؓ موت کو حقیقی وجاودانی زندگی سمجھتے تھے اور زندگی کے اس فلسفہ پر ان کا یقین تھا۔ ع

ہے کبھی جاں اور کبھی تسلیم جاں ہے زندگی

ایمان کا تقاضا پیہم حرکت اور مسلسل سعی و عمل ہے

قرآن حکیم میں بکثرت "اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت" ایمان کے ساتھ عمل صالح" کا ذکر اس بات کی طرف رہنمائی کرتا ہے کہ حقیقی ایمان کے لئے "عمل صالح" کا پایا جانا لازمی ہے۔ گویا اس کی نظر میں یہ بات محال ہے کہ کوئی قوم و جماعت کسی اصول و نظریہ پر ایمان کی مدعی ہو اور پھر وہ اس کو بروئے کار لانے کے لئے سرتاپا عمل نہ بن جائے۔

ایمان اور جمودِ ایمان اور بے حسی ایمان اور بے عملی دونوں ایک ساتھ جمع نہیں ہو سکتے ہیں۔ اگر قومی زندگی میں یہ کیفیت پیدا ہو جائے تو سمجھ لینا چاہئے کہ پختہ اور سچا ایمان نہیں باقی رہ گیا ہے۔

چوں کہ ایمان کا نتیجہ ہمیشہ عمل کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔ اس لئے قرآن حکیم میں مومنوں کے واسطے دنیا میں "اَعْلَوْنَ" بن کر رہنے ان کی مدد کرنے اور خلافت و نیابت کے حاصل ہونے کا وعدہ کیا گیا ہے۔

وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۵ ۳/۱۳۹

(تم ہمت نہ ہارو غمگین نہ ہو اگر (سچے) مومن ہو تو تمہیں غالب رہو گے)

وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۵

(ہمارے اوپر لازم ہے مومنوں کی مدد کرنا)

آیۂ استخلاف میں ایمان و عمل صالح کے نتیجہ میں تین باتوں کا وعدہ ہے۔

(ل) یہ کہ غلبہ و اقتدار حاصل ہوگا لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ۔

(ب) یہ کہ اپنے نظریات و آئینِ حیات پر آزادی اور قوت کے ساتھ عمل کرنے کا موقع ملے گا۔

وَلَیُمَکِّنَنَّ لَهُمْ دِیْنَهُمُ الَّذِی ارْتَضٰی

(ج) یہ کہ ہر طرف سے امن اور بے خوفی کا دور دورہ ہوگا۔

وَلَیُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا"

اسلامی تاریخ کے طالب علم جانتے ہیں کہ مذکورہ صداقتیں کس طرح اس کے دور اول میں ثابت ہوکر رہیں۔

پھر اجتماعی حیثیت سے جوں جوں ایمانی زندگی میں کمی آتی گئی اسی نسبت سے تنزل ہوتا گیا۔

ایمان اخلاق مدرسہ اور نفسیاتی تربیت گاہ ہے

اس موقع پر یہ بات ذکر کردینا ضروری ہے کہ قرآن حکیم میں صرف ایمان باللہ کے ذکر پر اکتفا نہیں کیا گیا ہے۔ بلکہ اس کے ساتھ ایمان بالرسالت اور ایمان بالیوم الآخرۃ وغیرہ کو لازمی قرار دیا گیا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ ایمان باللہ کی تکمیل اس وقت تک ناممکن ہے۔ جب تک اس کی بیان کردہ دوسری حقیقتوں پر ایمان نہ ہو۔ یہ مجموعہ ایمان انسان کو وہ سب کچھ دے دیتا ہے جس کی ایک صالح اور نمو پذیر معاشرہ کو ضرورت ہوتی ہے مثال کے طور پر چند یہ ہیں۔

(۱) اس مجموعہ کے ذریعہ ذہن انسانی کی تربیت ہوتی ہے

(۲) ایسی سیرت پیدا ہوتی ہے جو زندگی پر چھا کر پوری دنیا بدل دیتی ہے۔

(۳) خلوت و جلوت ہر موقع پر انسان کی امانت و دیانت اور عدالت و شرافت کی محافظت ہوتی ہے۔

(۴) اعلےٰ درجہ کی قوت ارادی پیدا ہوتی ہے۔

(۵) خیالات پر قابو رکھنے قوت فیصلہ مضبوط بنانے اور حرکات و سکنات میں شائستگی پیدا کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے۔

(۶) زندگی کے ہر میدان میں سمجھ بوجھ کر قدم اٹھانے اور فکر و عمل کے ہر گوشہ میں عزم و احتیاط کے ساتھ کام لینے کا ملکہ پیدا ہوتا ہے۔ جس کو قرآن حکیم نے تقویٰ کے جامع لفظ سے تعبیر کیا ہے۔

تقویٰ ایک نہایت لطیف روحانی کیفیت ہے جس کا تعلق دل سے ہوتا ہے۔ یہ کیفیت دل کو اتنا حساس بنا دیتی ہے کہ انسان خیر و شر میں تمیز کرنے لگتا ہے اور اتنا بیدار کر دیتی ہے کہ قدم ڈگمگانے کی صورت میں فوراً دل میں خلش محسوس ہونے لگتی ہے۔ اسی بنا پر پیغمبر اسلام نے قلب مومن پر اعتماد ظاہر کرتے ہوئے فرمایا تھا:۔

استفت قلبک (الحدیث)

(اپنے قلب سے فتویٰ طلب کر لیا کرو۔)

اور فراست مومن کے بارے میں فرمایا تھا۔

اتقوا فراسۃ المومن فانہ ینظر بنور اللہ (الحدیث)

(مومن کی فراست سے ہوشیار رہو کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔

قلب مومن کی یہ حالت و کیفیت محض اس بنا پر ہوتی ہے کہ اللہ رب العزت اپنی جامعیت اور کمالات کے ساتھ اس میں موجود ہوتے ہیں جیسا کہ ایک حدیث قدسی میں ارشاد ہے۔

لا یسعنی الا قلب مومن (الحدیث)

(میری سمائی بجز قلب مومن کے اور کہیں نہیں ہوسکتی ہے)

دل را اگر تو صاف کنی ہمچو آئینہ
در وے جمال دوست بہ بینی چو آئینہ
او در دل من است و من اندر کف سیم
چوں آئینہ بدست من و من در آئینہ

ایمان کے ذریعہ ایک طرف یہ صلاحیتیں پیدا ہوتی ہیں اور دوسری طرف تمام ان باتوں سے اجتناب ہوتا رہتا ہے جو اندرونی سرچشمہ کو گدلا کر کے بالآخر تمدن کے لئے مہلک ثابت ہوتی ہیں۔ مثلاً جمود و تعاطل غفلت و قساوت۔ جہالت و حماقت ہوسناکی و شہوت پرستی۔ حرص و طمع۔ فحش و بدکاری ناشائستہ و غیر مہذب حرکات و جاہلانہ و سوقیانہ اطوار و خلق خدا کی ایذا رسانیاں وغیرہ۔

مومنین کی نفسیاتی کیفیت اور اُن کی اخلاقی حالت

ذیل میں چند آیتوں کا مفہوم ذکر کیا جاتا ہے۔ جن سے مومنین کی نفسیاتی کیفیت اور ان کی اخلاقی حالت کا پتہ چلتا ہے

(۱) جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے۔ تو ان کے دل دہل جاتے ہیں۔

(۲) جب اس کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو وہ ان کے ایمان کو اور زیادہ کر دیتی ہیں۔

(۳) وہ ہر حال میں اپنے رب پر پورا بھروسہ رکھتے ہیں۔

(۴) نماز قائم کرتے ہیں۔

(۵) اور جو کچھ ہم نے انھیں دے رکھا ہے اس میں سے وہ خرچ کرتے ہیں (۸/۲)

قیام صلوٰۃ کو تنظیم۔ ذہنی تربیت اور روحانی تقویت کے سلسلہ میں بہت اونچا مقام ہے جس کو نفسیات کے ماہرین زیادہ عمدگی کے ساتھ سمجھ سکتے ہیں۔ اس لئے قرآن حکیم میں اس کی بہت تاکید آئی ہے۔ معاشرہ کی اصلاح کے لئے یہ بات نہایت ضروری ہے کہ معاشیت متوازن ہو۔ نہ اس میں حد سے زیادہ امیر ہوں اور نہ حد سے زیادہ غریب کیونکہ معاشی عدم توازن بسا اوقات مذہب و اخلاق کے اونچے سے اونچے قلعوں کو مسمار کر دیتا ہے۔ اسی طرح مذہب و اخلاق۔ سے بے راہ روی انسان کو معاشی حیوان بنا ڈالتی ہے۔ اس بنا پر اگر کسی قوم و جماعت کی اخلاقی اصلاح کرنی ہے تو اس کی معاشی زندگی ٹھیک کی جائے اور معاشی زندگی کو بہتر بنانا ہے تو اس کے اخلاق درست کئے جائیں۔ گویا یہ دونوں لازم و ملزوم ہیں اور ایک کی اصلاح دوسری پر موقوف ہے۔ آجکل کی اصلاحی و انقلابی تحریکیں بالعموم صالح معاشرہ کے قیام میں ناکام ہو رہی ہیں۔ اس کی بنیادی وجہ ان دونوں میں سے کسی ایک سے غفلت ہے۔

اسی حقیقت کے پیش نظر قرآن حکیم نے زکوٰۃ اور انفاق فی سبیل اللہ پر بہت زور دیا ہے۔ اور جس طرح انبیا علیہم السلام کی بعثت کا مقصد اخلاقی و سماجی اصلاح تھا۔ اسی طرح معاشی و اقتصادی اصلاح تھا۔

مومنین کے اعمال و اخلاق کی فہرست

(۶) ان کے دل میں اللہ کا خوف ہوتا ہے۔

(۷) آپس کے معاملات صلح اور صفائی کے ساتھ درست رکھتے ہیں۔

(۸) زندگی کے ہر گوشہ میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت میں سرگرمی دکھاتے ہیں (۸/۱)

(۹) اللہ کے علاوہ اور کسی سے نہیں ڈرتے ہیں۔ (۳/۱۷۵)

(۱۰) اپنی نمازوں میں خشوع اور خضوع رکھتے ہیں۔

(۱۱) نکمی باتوں اور لغو حرکتوں سے الگ رہتے ہیں۔

(۱۲) زکوٰۃ کی ادائیگی میں سرگرم رہتے ہیں۔

(۱۳) جائز صورتوں کے علاوہ اور صورتوں میں اپنے ستر کی ہمیشہ حفاظت کرتے ہیں۔

(۱۴) اپنی امانتوں اور عہدوں کا پاس رکھتے ہیں۔

(۱۵) اپنی نمازوں کی حفاظت میں کوتاہی نہیں کرتے ہیں۔

(۱۶) آخرت پر یقین رکھتے ہیں (۲۳/۱)

(۱۷) گزشتہ لغزشوں اور غلطیوں پر نادم ہو کر آئندہ کے لئے عزم و استقلال کے ساتھ اللہ کے دربار میں توبہ کرتے ہیں۔

(۱۸) زندگی کے ہر گوشہ میں عابدانہ شان نمایاں ہوتی ہے

(۱۹) اللہ کی حمد و ستائش کرتے ہیں۔

(۲۰) طلب علم معرفت حق اور جہاد فی سبیل اللہ وغیرہ کے لئے سیر و سیاحت کرتے ہیں۔

(۲۱) اللہ کے آگے قلب و جسم اور زبان پر رکوع اور سجود کی حالت طاری رہتی ہے

(۲۲) نیکی کا حکم دیتے اور برائیوں سے روکتے ہیں یعنی اپنی اصلاح کے ساتھ دوسروں کی اصلاح کی فکر رکھتے ہیں اور دنیا میں حق و عدالت کے قیام کی جدوجہد کو اپنی ڈیوٹی سمجھتے ہیں۔

(۲۳) اللہ کی مقرر کی ہوئی تمام حدود (حقوق و فرائض) کی نگہداشت کرتے ہیں (۹/۱۱۲)

(۲۴) شدت و مصیبت کے وقت صبر و تحمل سے کام لیتے ہیں

(۲۵) قول و عمل میں سچے اور پکے ہوتے ہیں۔

(۲۶) رات کی آخری گھڑی میں اللہ کے حضور کھڑے ہوتے اور اس سے مغفرت طلب کرتے ہیں (۳/۱۷)

(۲۷) خوشحالی و تنگ دستی ہر حال میں اللہ کے لئے خرچ کرتے ہیں۔

(۲۸) غصہ کی حالت میں بے قابو نہیں ہوتے بلکہ غصہ کو پی جاتے ہیں۔

(۲۹) لوگوں کا قصور معاف کر دیتے ہیں (۳/۱۳۴)

(۳۰) آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ نرم اور دشمنوں کے مقابلہ میں سخت ہوتے ہیں۔

(۳۱) اللہ کی راہ میں جان تک لڑا دیتے ہیں اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہیں کرتے ہیں (۵/۵۴)

(۳۲) برائی کا مقابلہ برائی سے نہیں کرتے بلکہ اس کا مقابلہ بھلائی سے کرتے ہیں (۱۳/۲۲) یہ کردار کا اونچا درجہ ہے

(باقی برصفحہ ۱۸)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

خطبہ جمعہ

۱۱ رجب ۱۳۷۵ھ ۲۴ فروری ۱۹۵۶ء

(از جناب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب خطیب جامع مسجد شیرانوالہ لاہور)

تمہید

برادران اسلام - یہ قاعدہ ہے کہ ہر چیز کے وجود میں آنے کے لئے بعض چیزوں کا ہونا ضروری ہوتا ہے - اور بعض چیزوں کا نہ ہونا ضروری ہوتا ہے - مثلاً اگر ہم چاہیں کہ ہمارے بچے سلیقہ شعار - نیک کردار - با ادب - فرمانبردار - دیندار ہوں - تو ہمارا فرض ہے کہ انہیں بے سلیقہ بدکردار بے ادب - نافرمان - بے دین بچوں کی صحبت سے بچائیں - اور ایک سعادت شعار - شرافت مآب - با اخلاق معتدل مزاج استاد کی تحویل میں دیں - پھر دیکھئے کہ بچے کیسے قابل اور ہونہار ہوتے ہیں -

قرآن مجید سے فیض حاصل کرنے کیلئے بھی

چار چیزوں کا نہ ہونا ضروری ہے - اور ایک چیز کا ہونا ضروری ہے

پہلی

گناہوں کے باعث فطرۃ کا نور بجھ نہ گیا ہو

اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا سَوَآءٌ عَلَیۡہِمۡ ءَاَنۡذَرۡتَہُمۡ اَمۡ لَمۡ تُنۡذِرۡہُمۡ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ ۝ خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوۡبِہِمۡ وَ عَلٰی سَمۡعِہِمۡ ؕ وَ عَلٰۤی اَبۡصَارِہِمۡ غِشَاوَۃٌ ۫ وَّ لَہُمۡ عَذَابٌ عَظِیۡمٌ ۝ (سورۃ البقرۃ رکوع ۱ پارہ ۱)

(ترجمہ) بے شک وہ لوگ جو انکار کر چکے ہیں - برابر ہے انہیں تو ڈرائے - یا نہ ڈرائے وہ ایمان نہیں لائیں گے - اللہ نے ان کے دلوں پر اور کانوں پر مہر لگا دی ہے - اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے - اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے -

حاصل

ان آیات کا حاصل یہ ہے - کہ چونکہ ان کے اندر نور فطرۃ نہیں رہا - جس کی برکت سے انسان حق بات کو قبول کر سکتا ہے اس لئے انھیں باوجود سید الانبیاء کے معلم ہونے کے ہدایت ہو ہی نہیں سکتی جس طرح ایک اندھے کو رنگوں کی تمیز کرانا ناممکن ہے - اور ایک بہرے کو آواز سنانا ناممکن ہے - اسی طرح بے شمار گناہوں کے باعث جس شخص کا نور فطرۃ بجھ گیا ہے اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی راہ راست پر لانے کے لئے خواہ کتنی بھی کوششیں فرمائیں مگر اس بدنصیب کو کوئی نفع نہیں ہوگا -

آج

بھی لوگ اپنی شامت اعمال کے باعث دروازہ الٰہی سے رد کئے جا چکے ہیں - انھیں ہادی راہ راست پر نہیں لا سکے گا - ہاں یہ بات ضروری ہے کہ چونکہ عالم الغیب والشہادۃ فقط اللہ تعالےٰ کی ذات ہی ہے اس لئے کوئی بھی ہادی یہ فیصلہ نہیں کر سکتا - کہ اس کے مسوخ الفطرۃ ہونے کے باعث اب اسے راہ راست کی طرف نہیں بلانا چاہئے - لہذا ہادی اسے مرتے دم تک راہ راست کی طرف دعوت دیتا ہی رہے گا -

دوسری

ہادی کے متعلق دل میں بدظنی نہ ہو

وَ قَالُوۡا مَالِ ہٰذَا الرَّسُوۡلِ یَاۡکُلُ الطَّعَامَ وَ یَمۡشِیۡ فِی الۡاَسۡوَاقِ (الآیۃ سورۃ الفرقان رکوع ۱ پارہ ۱۸)

(ترجمہ: - اور کہتے ہیں - اس رسول کو کیا ہو گیا - کہ کھانا کھاتا اور بازاروں میں پھرتا ہے -

حاصل

یہ ہے کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق ان لوگوں کے دل میں بدگمانی ہے - کہ آپ کھانا کیوں کھاتے ہیں اور بازار میں کسی کام کاج کے لئے کیوں جاتے ہیں -

واقعہ یہ ہے

کہ چونکہ انبیاء علیہم السلام انسان ہوتے ہیں - اس لئے لوازمات بشریہ بھی ان کے ساتھ ہی ہوتی ہیں - ایک جماعت تو آپ کے کھانا کھانے کے باعث بدظن ہو کر گمراہ رہی ہے دوسری کی سنئے ان کے دل میں حضور انور کے متعلق یہ اعتراض ہے کہ آپ پیغمبر خدا ہیں تو پھر آپ کے بیوی بچے کیوں ہیں؟ اللہ تعالےٰ نے اس کا جواب دیا ہے (وَ لَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا رُسُلًا مِّنۡ قَبۡلِکَ وَ جَعَلۡنَا لَہُمۡ اَزۡوَاجًا وَّ ذُرِّیَّۃً ؕ)

(الآیۃ سورۃ الرعد رکوع ۶ پارہ ۱۳) ترجمہ: - اور البتہ تحقیق ہم نے تجھ سے پہلے کئی رسول بھیجے - اور ہم نے انہیں بیویاں اور اولاد بھی دی تھی -

حاصل

یہ کہ رحمۃ العالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اعتراض کرتے ہو کہ اگر نبی ہیں تو ان کے بیوی بچے کیوں ہیں - تم لوگ جنہیں آپ سے پہلے نبی مانتے ہو - کیا ان کے بیوی بچے نہیں تھے - اگر ابراہیم علیہ السلام کی اولاد نہیں تھی - تو پھر تم کس کی نسل میں سے ہو اور اگر یعقوب علیہ السلام کی اولاد نہیں تھی تو پھر بنی اسرائیل کس کی نسل میں سے ہیں - لہٰذا حضور انور پر تمہارا یہ اعتراض بے معنی اور لغو ہے - مگر جو بدقسمت اسی بدگمانی میں مبتلا ہے انھیں ہدایت نہیں ہوتی -

آج بھی

علماء دین سے اس قسم کی بدگمانیاں کرنے والے گمراہ رہتے ہیں - مثلاً خود دنیادار اپنے بال بچوں کی ضروریات پوری کرنے کے لئے دو دو سو - چار چار سو - پانچ پانچ سو - ہزار ہزار روپیہ گھروں میں خرچ کرتے ہیں - اور اگر مولوی صاحب ان کا امام مسجد بننے کے لئے سو روپیہ تنخواہ مانگے - حالانکہ اس بچارے نے اسی سو میں سے کرایہ مکان بھی دینا ہو - تو دنیادار کہتے ہیں جی مولوی بڑے لالچی ہوتے ہیں - کیا پچاس یا ساٹھ روپے تنخواہ ان کے لئے تھوڑی ہے -

تیسری

ہٹ دھرمی اور ضد نہ ہو

وَ قَالَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا لَا تَسۡمَعُوۡا لِہٰذَا الۡقُرۡاٰنِ وَ الۡغَوۡا فِیۡہِ لَعَلَّکُمۡ تَغۡلِبُوۡنَ ۝ (سورہ حٰم السجدہ رکوع ۴ پارہ ۲۴)

(ترجمہ: - اور کافروں نے کہا - کہ تم اس قرآن کو نہ سنو - اور اس میں غل مچاؤ - تاکہ تم غالب ہو جاؤ - یعنی تاکہ تمہارا شور و غل غلبہ پا جائے - اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز تمہارے کانوں تک نہ پہنچ پائے -

آج بھی

مسلمانوں میں اس قسم کے بندے موجود ہیں جو اپنی جہالت اور نادانی کے باوجود ہادی سے قرآن مجید سننا نہیں چاہتے - میرے استاد حضرت مولانا نجم الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ لاہور میں اورینٹل کالج میں صدر مدرس تھے - انہوں نے لاہور میں موچی دروازہ کے اندر ایک مسجد میں محض اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے اور مسلمانوں کی ہدایت کے لئے قرآن مجید کا درس دینا شروع کیا - چند ہی دن گزرے ہوں گے - کہ ایک دن نماز فجر کے بعد بازار کے دکاندار مسجد کے دروازہ میں پاؤں پھیلا کر لیٹ گئے کہ ہم وہابیوں کا درس نہیں ہونے دیں گے - بالآخر مولانا مرحوم کو درس بند کرنا پڑا - اور ایک دوسری مسجد میں جا کر درس جاری کیا -

ان کے عالم سو فیصدی جاہل

واقعہ یہ ہے کہ ہمارے حنفی حضرات کے تمام مدارس عربیہ میں کہیں بھی عبدالوہاب نجدی کے حالات کے متعلق کوئی کتاب پڑھائی نہیں جاتی - جس کے تابعداروں کو وہابیت کا لقب دیا جاتا ہے - اور ہمارے تشدد پسند علمائے کرام نے اپنے متبعین کو وہابی کا لفظ یاد کرایا ہوا ہے جس پر وہ طعن کرنا چاہیں - اسے فوراً وہابی کہہ دیتے ہیں - خواہ وہ شخص قرآن مجید ہی سنا رہا ہو - اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی حدیث ہی کی تبلیغ کیوں نہ کر رہا ہو - چونکہ ہمارے سارے نصاب تعلیم ہی میں کوئی کتاب عبدالوہاب نجدی کے متعلق نہیں پڑھائی جاتی - اس لئے میں کہا کرتا ہوں کہ جس دن ہمارے فارغ التحصیل طلبہ عالم ہونے کی دستار فضیلت باندھ کر مدرسہ سے نکل رہے ہوتے ہیں - اس

وان سو فیصدی وہابیت کی تاریخ سے جاہل ہوتے ہیں۔

چوتھی چیز

غیر متعلقہ سوالات سے پرہیز

وَقَالُوا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا ۙ اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا ۙ اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًا ۙ اَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ تَرْقٰى فِي السَّمَآءِ ۭ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ ۭ

(الاٰیۃ سورۃ بنی اسرائیل رکوع ۱۰ پارہ ۱۵)

(ترجمہ :- اور کہا ہم تمہیں ہرگز نہ مانیں گے۔ یہاں تک کہ تو ہمارے لئے زمین سے کوئی چشمہ جاری کر دے۔ یا تیرے لئے کھجور اور انگور کا کوئی باغ ہو۔ پھر تو اس باغ میں بہت سی نہریں جاری کر دے یا جیسا تو خیال کرتا ہے۔ ہم پر کوئی آسمان کا ٹکڑا گرا دے۔ یا تو اللہ اور فرشتوں کو روبرو لے آ۔ یا تیرے پاس کوئی سونے کا گھر ہو یا تو آسمان پر چڑھ جائے۔ اور ہم تو تیرے چڑھنے کا بھی یقین نہیں کریں گے۔ یہاں تک کہ تو ہمارے پاس ایسی کتاب لائے۔ جسے ہم بھی پڑھ سکیں۔

اب بتلایئے

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بحیثیت رسولِ خدا ہونے کے ان سوالات کا کیا تعلق ہے مگر ان لایعنی اور غیر متعلقہ سوالات کے باعث وہ لوگ گمراہی کے گڑھے سے نکل نہیں سکے۔ اللّٰھم اعذنا منہ

آج بھی

جدید تعلیم یافتہ طبقہ علماء اسلام پر لایعنی اور غیر متعلقہ اعتراضات کرنے کے باعث ان سے عموماً نفرت رہتا ہے اور ہدایت الٰہی یعنی قرآن مجید کی تعلیم سے بے بہرہ رہتا ہے۔ مثلاً ان مولویوں کو انقلاب فرانس کا کیا پتہ ہے۔ انقلاب روس کو یہ کیا جانیں۔ سائنس کی ترقیوں کو مولوی کب جانتے ہیں۔ یہ مولوی لینن اور سٹالن اور ٹراٹسکی کو کب جانتے ہیں انہیں کیا پتہ کہ کمیونزم کیا ہے۔ سوشلزم کیا ہے اور نازی ازم کیا ہے وغیرہ وغیرہ۔

اے نوجوان انصاف کر!

یہ ٹھیک ہے موجودہ زمانہ کی جدید چیزوں کو تم مولویوں سے بہتر جانتے ہو۔ مگر اے عزیز جس چیز کو مولوی جانتے ہیں اسے تم نہیں جانتے۔ جن معلومات پر تمہیں ناز ہے ہم مانتے ہیں کہ ان چیزوں سے اکثر مولوی جاہل ہیں۔ مگر جن چیزوں کو مولوی جانتے ہیں ان سے تم جاہل ہو۔ میرے بھائی تمہیں تو انگریز نے پرائمری سے لے کر ایم۔ اے تک کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ بھی نہیں پڑھایا۔ تمہیں تو انگریز نے نہ خدا تعالےٰ کی ذات سے روشناس کرایا نہ سید الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے روشناس کرایا۔ نہ اسلام کی تعلیمات سے آگاہ کیا۔

نہ اسلام کے پانچ بنیادی اصولوں کلمہ توحید۔ نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ سے واقف کیا۔ نہ تمہیں اسلام کی خوبیوں کا علم نہ تمہیں اسلام کی مخالفت کرنے پر نقصانات کا علم۔ برادر عزیز یہ سب چیزیں جو عرض کر گیا ہوں ان چیزوں کا صحیح علم اور اس علم کی برکت سے دل میں نور فقط قرآن مجید اور ارشادات نبوی کے پڑھنے اور ان میں پورا غور و خوض کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔ میرے عزیز اگر مولوی کو انگریزی زبان کا تار پڑھنا ہو تو تیرا محتاج ہوگا۔ اگر تو نے دین محمدی سیکھنا ہے اور مرنے کے بعد اللہ تعالےٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منہ دکھانا ہے تو پھر تم مولوی کے محتاج ہو۔

اگر مولوی نے

لینن اور سٹالن اور ٹراٹسکی کو نہ سمجھا تو اس کا نہ دنیا میں کچھ بگڑے گا اور نہ آخرت میں۔ اگر تم نے مولوی کے پاس آ کر قرآن مجید کو نہ پڑھا اور ویسے ہی مخالف رہے تو یاد رکھو کہ خدا تعالےٰ کا اعلان ہے تمہاری دنیا کی زندگی بھی تلخ گزرے گی اور تمہاری آخرت بھی برباد ہوگی۔

مولوی کی مخالفت اور اسکی توہین کا نتیجہ

ہمیں تو اللہ تعالےٰ کے فرمان پر یقین ہے۔ دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ تمہیں بھی یقین عطا فرمائے اور تو اپنی اصلاح کرے۔

كُلَّمَآ اُلْقِيَ فِيْهَا فَوْجٌ سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَذِيْرٌ ۙ قَالُوْا بَلٰى قَدْ جَآءَنَا نَذِيْرٌ ڏ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ ښ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ كَبِيْرٍ ۙ وَقَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْٓ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ۙ فَاعْتَرَفُوْا بِذَنْۢبِهِمْ ۚ فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ۙ (سورۃ الملک رکوع ۱ پارہ ۲۹)

ترجمہ :- جب اس دوزخ میں ایک گروہ ڈالا جائے گا تو ان سے دوزخ کے داروغہ پوچھیں گے کیا تمہارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تھا۔ وہ کہیں گے ہاں۔ بے شک ہمارے پاس ڈرانے والا آیا تھا۔ پر ہم نے جھٹلا دیا اور کہہ دیا کہ اللہ نے کچھ بھی نازل نہیں کیا۔ تم خود بڑی گمراہی میں پڑے ہوئے ہو اور کہیں گے کہ اگر ہم نے سنا یا سمجھا ہوتا تو ہم دوزخیوں میں نہ ہوتے۔ پھر وہ اپنے گناہ کا اقرار کریں گے۔ سو دوزخیوں پر پھٹکار ہے۔ وما علینا الا البلاغ

قرآن مجید سے فیض حاصل کرنے کیلئے فطرۃ سلیمہ کا نور ہونا ضروری ہے

حدیث شریف سے ثابت ہے کہ ہر بچہ فطرۃ پر پیدا کیا جاتا ہے۔ پھر اس کے بعد ماں باپ یہودی۔ نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔ میں عرض کیا کرتا ہوں۔ فطرۃ سے مراد استعداد قبولیت حق ہے۔ دراصل حق کے قبول کرنے کی استعداد ہر بچے میں ہوتی ہے۔ پھر دنیا میں آنے کے بعد جس طریقہ کے ماں باپ پابند ہیں اسی طریقہ کی تعلیم و تلقین کرتے ہیں۔ وہ اسی سانچہ میں ڈھل جاتا ہے۔ پھر بعض اوقات وہ حق کی مخالفت کرنے لگ جاتا ہے۔

دنیا میں فطرۃ سلیمہ کے نور والے

رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا ڰ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ۚ

(سورۃ آل عمران رکوع ۲۰ پارہ ۴)

ترجمہ :- اے رب ہمارے ہم نے ایک پکارنے والے سے سنا جو ایمان لانے کو پکارتا تھا کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ سو ہم ایمان لے آئے۔ اے رب ہمارے اب ہمارے گناہ بخش دے۔ اور ہم سے ہماری برائیاں دور کر دے اور ہمیں نیک لوگوں کے ساتھ موت دے۔

آپ نے دیکھا

دنیا میں ایسے لوگ بھی موجود رہتے ہیں کہ بس اللہ تعالےٰ کی طرف سے بلانے والا آیا اور وہ آواز سنتے ہی فوراً ایمان لے آئے۔

آخری دعا

اے اللہ اپنے مخلص بندوں کو استقامت عطا فرما۔ اور سب بے دینوں کو ہدایت دے۔ آمین! یا الٰہ العالمین!

—— بقیہ تلاوت قرآن میں —— (صفحہ ۲ سے آگے)

اور ان مجالس کے بغیر آپ کو قرار نہیں تو مجالس تلاوت قرآن ان سے کہیں زیادہ دل کو پکڑنے والی ہیں اور بڑے سے بڑے مغنی کے کان اپنی طرف متوجہ کر لیتی ہیں۔ اسی طرح اگر آپ آقا کو اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتے ہیں، تو تلاوت کیجئے۔ اور اگر آپ اسلام کے مدعی ہیں مسلم ہونے کا دعویٰ ہے۔ تو حضورؐ کا حکم ہے کہ قرآن شریف کی تلاوت کرو۔ جیسا کہ اس کا حق ہے۔ اگر آپ کے نزدیک اسلام صرف زبانی جمع خرچ نہیں ہے۔ اور اللہ اور اس کے رسولؐ کی فرمانبرداری سے بھی آپ کے اسلام کو کوئی سروکار ہے۔ تو یہ اللہ کا فرمان ہے اور اس کے رسولؐ کی طرف سے اس کی تلاوت کا حکم ہے۔ اگر آپ میں قومی جوش بہت زور کرتا ہے۔ ترکی ٹوپی کے آپ اس لئے دلدادہ ہیں کہ وہ آپ کے نزدیک خالص اسلامی لباس ہے۔ قومی شعار میں آپ خاص دلچسپی رکھتے ہیں۔ ہر طرح اس کے پھیلانے کی آپ تدبیریں اختیار کرتے ہیں۔ اخبارات میں مضامین شائع کرتے ہیں۔ جلسوں میں ریزولیشن پاس کرتے ہیں۔ تو اللہ کا رسولؐ آپ کو حکم دیتا ہے۔ کہ جس قدر ممکن ہو، قرآن شریف کو پھیلاؤ۔

بے جا نہ ہوگا۔ اگر میں یہاں پہنچ کر سربرآوردگان قوم کی شکایت کروں کہ قرآن پاک کی اشاعت میں آپ کی طرف سے کیا اعانت ہوتی ہے۔ اور یہی نہیں بلکہ خدارا ذرا غور کیجئے کہ اس کو بند کرنے میں آپ کا کس قدر حصہ ہے۔ آج اس کی تعلیم کو بے کار بتلایا جاتا ہے، عمر کو ضائع کرنا سمجھا جاتا ہے اس کو محض بے کار، دماغ سوزی اور بے نتیجہ عرق ریزی کہا جاتا ہے۔ ممکن ہے آپ اس کے موافق نہ ہوں۔ لیکن ایک جماعت جب ہمہ تن اس میں کوشاں ہے تو کیا آپ کا سکوت اس کی اعانت نہیں ہے؟ مانا کہ آپ اس خیال سے بیزار ہیں مگر آپ کی اس بیزاری نے کیا فائدہ دیا ہے؟

(باقی آئندہ)

مرتبہ :- چوھدری عبدالرحمٰن خاں صاحب

آج مؤرخہ ۱۰ر رجب المرجب ۱۳۷۵ھ مطابق ۲۳ر فروری ۱۹۵۶ء مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے ذکر کے بعد مندرجہ ذیل تقریر فرمائی :-

اللہ تعالےٰ کی رضا ظاہراً و باطناً اتباعِ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں محدود ہے

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَ سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی - اما بعد

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے - اور اس کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نمونہ بنا کر مبعوث فرمایا۔
لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ
الایۃ (سورۃ الاحزاب رکوع ۳ پارہ ۲۱)
ترجمہ:- (البتہ تحقیق تمہارے لئے رسول اللہ میں اچھا نمونہ ہے -)

حضور اللہ تعالےٰ اور اس کے بندوں کے درمیان واسطہ ہیں - اور جو اللہ تعالےٰ کو راضی کرنا چاہے اس کے لئے نمونہ ہیں - اگر حضور کو ظاہراً نمونہ تسلیم کرے اور باطناً نہ کرے تو ایسے لوگوں کو منافق کہتے ہیں - باطناً آپ کو نمونہ تسلیم کرے تو مومن - عمل میں آپ کی اتباع کرے تو مسلم - دونوں لحاظ سے نہ مانے تو کافر - اللہ کی محبت آپ کے اتباع میں محدود کر دی گئی ہے - فرماتے ہیں :-
قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ
(سورہ آل عمران رکوع ۱۲ - پارہ ۳)
ترجمہ :- (ان سے فرما دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میرا اتباع کرو - تاکہ تم سے اللہ محبت کرے)

جو رضائے الٰہی کا طالب ہو اور آپ کے اتباع سے گریز کرے اور آپ کو اپنے لئے نمونہ نہ بنائے - اللہ تعالیٰ اس سے کبھی راضی نہیں ہو سکتے بلکہ ان کے لئے وعید کا اعلان فرماتے ہیں :-
وَمَنْ یُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَہُ الْھُدٰی وَیَتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ نُوَلِّہٖ مَا تَوَلّٰی وَنُصْلِہٖ جَھَنَّمَ ؕ وَسَآءَتْ مَصِیْرًا
(سورۃ النساء رکوع ۱۷ پارہ ۵)

ترجمہ :- (اور جو کوئی رسول کی مخالفت کرے بعد اس کے کہ اس پر سیدھی راہ کھل چکی ہو اور سب مسلمانوں کے راستہ کے خلاف چلے تو ہم اسے اس طرف چلائیں گے جدھر وہ خود پھر گیا ہے اور اسے دوزخ میں ڈالیں گے اور بہت برا ٹھکانہ ہے -)

تقویر کے دونوں رخ دکھلا دیئے - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کر کے آؤ گے تو اللہ تعالیٰ راضی ہوگا اور تم سے محبت کرے گا - اگر مخالفت کی تو جہنم میں اٹھا کر پھینک دیگا مقصود بالذات اللہ تعالےٰ کی رضا ہے اور اس کے لئے نمونہ حضور ہیں - جس قدر اتباع زیادہ ہوگا اسی قدر قربِ الٰہی میں مرتبہ زیادہ ہوگا - نہ مال نہ خاندان نہ حسن نہ عہدہ کا قرب الی اللہ کا مدار ہے - اس کے لئے معیار صرف حضور کا اتباع ہے - اتباع ظاہراً اور باطناً ضروری ہے جو نہ کرے اس کی بارگاہِ الٰہی میں کوئی قیمت نہیں ہے - اب میں اس کے متعلق حدیث نبوی عرض کرنی چاہتا ہوں -

(۱) عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یَکُوْنَ ھَوَاہُ تَبَعًا لِّمَا جِئْتُ بِہٖ

ترجمہ :- (حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے - وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک اس کی خواہش اس چیز کے تابع نہ ہو جائے جو میں (اللہ کی طرف سے) لایا ہوں) یہ ارشاد قرآن کی تائید میں ہے - ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم اس آئینہ میں اپنا منہ دیکھیں -

(۲) عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ

(ترجمہ) (حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے - وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اس کے نزدیک اس کے باپ اور اس کی اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں)

ایک طرف بیوی - اولاد - والدین اور برادری ہو اور دوسری طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہوں مسلمان وہ ہے جو سب کو چھوڑ کر حضور کی طرف آئے - لیکن ع

گفتن و کردن فرقے دارد

اکثریت ان لوگوں کی ہے جو حضور کو چھوڑ کر دوسری طرف جاتے ہیں یہ کہتے ہیں کہ نک وڈھیا جائے گا (ناک کٹ جائیگی) مولوی ہوری کہندے تو ٹھیک ہیں پر اسیں کنوں لیتیاں ہویاں کتے دتیاں ہویاں (مولوی صاحب کہتے تو ٹھیک ہیں - لیکن ہم نے کہیں سے رشتہ لینا ہوا اور کہیں دینا ہوا) کھاوا جو ہویا کھوانا پینداہے (کھایا جو ہے اس لئے کھلانا پڑتا ہے) یہ پنجابی متقیوں کے الفاظ ہیں - یہ ناشکری ہے اللہ تعالےٰ اپنے بندوں کی اکثریت کو ناشکر گزار فرماتے ہیں -
وَقَلِیْلٌ مِّنْ عِبَادِیَ الشَّکُوْرُ (سورہ السبا رکوع ۲ پارہ ۲۲)
ترجمہ :- (میرے بندوں میں شکر گزار تھوڑے ہیں)

اگر ایک شخص بھوک سے تنگ آکر چوری کرے گا تو پولیس اس کو گرفتار کر کے ہتھکڑی لگالے گی - اسی طرح اگر ہم حضور کی مخالفت کریں گے تو اللہ تعالےٰ ناراض ہو جائیگا - امتحان کبھی کبھی ہوتا ہے - لڑکی ۱۲ سال کی ہوگی یا لڑکا ۱۸ سال کا ہوگا شادی کی تب امتحان کا وقت آیا اور فیل ہو گئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اَلصَّبْرُ عِنْدَ الصَّدْمَۃِ الْاُوْلٰی (ترجمہ :- صبر پہلے صدمہ پر ہوتا ہے)

جوان بیٹے کی موت پر دو نے پیٹنے اور چالیس دن تک شریعت کی مخالفت کرنے کے بعد صبر کیا - تو وہ صبر بے معنی ہے - اس کی کوئی قیمت نہیں - صبر یہ ہے کہ تکلیف ہوئی اناللہ وانا الیہ راجعون پڑھ کر خاموش ہو گئے - اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو عقائد عبادات - معاملات - صورت سیرت غرضیکہ ہر معاملہ میں حضور کے اتباع کی توفیق عطا فرمائے (آمین) یا الٰہ العالمین -

اطباء جب اپنی ادویات کی فہرست شائع کرتے ہیں تو اس کی پیشانی پر لکھتے ہیں - لِکُلِّ دَآءٍ دَوَآءٌ (ترجمہ) ہر بیماری کی دوا ہے) موت کے سوا تمام بیماریوں کا علاج ہو سکتا ہے
فَاِذَا جَآءَ اَجَلُھُمْ لَا یَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَۃً وَّلَا یَسْتَقْدِمُوْنَ
(سورۃ الاعراف رکوع ۴ پارہ ۸)
(ترجمہ :- پھر جب وہ میعاد ختم ہوگی اس وقت نہ ایک گھڑی پیچھے ہٹیں گے نہ آگے بڑھیں گے)

موت آجائے تو اطباء عاجز آجاتے ہیں۔ یہی حال روحانی بیماریوں کا ہے۔ موت کے سوا ادھر بھی ہر بیماری کا علاج ہو سکتا ہے۔ روحانی موت یہ ہے کہ انسان مسخ ہو جائے۔ اس قسم کے انسانوں کے متعلق فرماتے ہیں

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَیْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ○ سورۂ بقرہ رکوع ۱ پ ۱

(ترجمہ :- بے شک کافروں کے لئے برابر ہے کہ آپ ان کو ڈرائیں یا نہ ڈرائیں وہ ایمان نہ لائیں گے)

دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے :-

بَلٰی مَنْ کَسَبَ سَیِّئَةً وَّ اَحَاطَتْ بِهٖ خَطِیْٓئَتُهٗ فَاُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ

(سورۃ البقرہ رکوع ۹ پارہ ۱)

(ترجمہ :- ہاں جس نے کوئی گناہ کیا اور اس کے گناہ نے گھیر لیا۔ سو وہی لوگ دوزخی ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے)

یہ وہ ہیں جن پر روحانی موت طاری ہو چکی ہے اب ان کی اصلاح ناممکن ہے۔ ان کے راہ راست پر آنے کی کوئی صورت باقی نہیں رہی۔ اس سے ورے ورے ہر بیماری کا علاج ہو سکتا ہے۔ روحانی بیماریوں کا علاج فقط ایک ہے۔ وہ ہے اللہ کے نیک بندوں کی صحبت۔ اس کے متعلق اللہ تعالٰے ارشاد فرماتے ہیں :-

وَاصْبِرْ نَفْسَکَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْهَهٗ

(الآیۃ - سورۃ الکہف رکوع ۴ پارہ ۱۵)

ترجمہ: ان لوگوں کی صحبت میں رہیئے جو صبح اور شام اپنے پروردگار کو پکارتے ہیں۔ اسی کی رضا مندی چاہتے ہیں)

اس قسم کے الفاظ کہ ناک کٹ جائے گی شیطان سکھاتا ہے۔ اللہ والوں کی صحبت نصیب ہو جائے تو یہ الفاظ کہنا گناہ سمجھتا ہے۔ اللہ تعالٰے نے اپنے اس قسم کے بندے بطور نمونہ رکھے ہوئے ہیں۔ ان سے عقیدت۔ ادب اور اطاعت ہو اور ملازم صحبت رہے۔ تو اس قسم کے الفاظ منہ سے ہرگز نہیں نکلتے۔ پھر انسان یہ سوچتا ہے کہ تقدیر اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ لڑکی اور لڑکوں کی تقدیر ہم نے نہیں لکھی۔ جو لڑکی ہماری تقدیر میں ہے وہ ہمارے گھر آ کر رہے گی اور جس کی تقدیر میں ہماری لڑکی ہے وہ لے جائے گا۔

حضرت امروٹی رحمۃ اللہ علیہ کے تو اولاد نہ تھی لیکن حضرت دین پوری رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالٰے نے بیٹے۔ بیٹیاں عطا فرما رکھی تھیں۔ اب تو ماشاء اللہ ان کے پوتے پوتیاں اور نواسے نواسیاں بھی ہیں۔ ان کے ایک پوتے مولوی سراج احمد صاحب کچھ دن ہوئے یہاں آئے ہوئے تھے۔ حضرت دین پوری رح نے جب کسی صاحبزادی کا نکاح کرنا ہوتا تو ہماری اماں سے فرما دیتے کہ بچی کو نہلا کر نئے کپڑے پہنا دینا۔ نماز عشاء کے بعد داماد کو بلا کر نکاح پڑھا دیتے کسی کو پتہ بھی نہ ہوتا تھا کہ کوئی شادی ہونے والی ہے۔ اب ان کے صاحبزادے مولوی میاں عبدالہادی صاحب گدی نشین ہیں۔ اللہ تعالٰے ان کو سلامت رکھے وہ ماشاء اللہ عالم ہیں۔ یہاں سے قرآن پڑھ کر گئے ہیں ان کے ہاں بھی یہی دستور ہے۔ انہوں نے اپنی ایک صاحبزادی کے نکاح کیلئے مجھے لاہور سے بلایا لیکن لڑکے کے باپ کو پتہ نہیں کہ ان کے لڑکے کی شادی ہے وہ مجھ سے پوچھتے ہیں کہ آپ کو کس کام کے لئے بلایا ہے۔ اب انہوں نے اپنی دوسری صاحبزادی کا نکاح ایک نومسلم سے کیا ہے یہ صحبت کا اثر ہے ؏

ملے میوہ ز میوہ رنگ گیرد

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کے بغیر اللہ تعالٰے کی رضا کا سرٹیفکیٹ نہیں مل سکتا۔ لیکن گفتن اور چیز ہے اور کردن اور۔ جن میں دنیا پرستی کی بیماری ہے اُن کا گفتن اور کردن یعنی قول اور فعل ایک نہیں ہوتا۔ اس کا علاج فقط اللہ والوں کی صحبت ہے۔ ان کو نہ لتی نہ چڑھی (اُتار چڑھاؤ) کی کچھ پرواہ نہیں ہوتی۔ ان کے ۲۴ گھنٹے حضور کے اتباع میں صرف ہوتے ہیں حضور نماز عشاء کے بعد باتیں کرنے کو ناپسند فرماتے تھے بہت کم لوگ ہیں جو عشاء پڑھ کر سو جاتے ہیں۔ اکثر بات سینما میں چلی جاتی ہے اور اس سے کم ریڈیو لگا کر بیٹھ جاتے ہیں۔ ہمارے پاس تو ۲۴ گھنٹے کا مرتب شدہ پروگرام موجود ہے۔ رات کو جو تہجد پڑھے گا وہ دن کو ضرور سوئے گا۔ کیونکہ جسم کا بھی حق ہے۔ حضور کا ارشاد ہے وَلِنَفْسِکَ عَلَیْکَ حَقٌّ۔ اللہ والوں کی صحبت میں مدت مدید تک رہنے سے رنگ چڑھتا ہے۔ کیونکہ شیخ کسی موقعہ پر کچھ فرماتا ہے اور کسی موقعہ پر کچھ۔

اللہ سے قرب اور بعد کے مدارج حضور ؐ کے اتباع ہی سے حاصل ہوتے ہیں۔ حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ صحابی نہ تھے ان کو مخضرم کہتے ہیں۔ کیونکہ وہ حضور ؐ کے زمانہ میں ایمان تو لے آئے۔ مگر زیارت سے مشرف نہ ہو سکے۔ آپ نے ان کی تعریف فرمائی ہے۔ آپ کے وصال کے بعد حضرت علی اور حضرت عمر رضی اللہ تعالٰے عنہما ان کی زیارت کے لئے گئے ہیں۔ زندہ ولی کی زیارت کے لئے سفر کر کے جانا جائز ہے۔ لیکن اولیاء کرام کے مزارات پر سفر کر کے جانا منع ہے۔ میری تحقیق یہی ہے اگر کسی اور کام کے لئے کسی جگہ جائیں۔ تو پھر اولیاء کرام کے مزارات پر فاتحہ خوانی کیلئے حاضری دینا جائز ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام۔ حضرت خضر علیہ السلام کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے۔ مجھے جب توفیق ہوتی تھی تو اپنے دونوں مربیوں کی خدمت میں حاضری دینے کے لئے جاتا تھا۔ باطن کا بینا ہو تو بزرگوں کے مزارات پر جانے سے فائدہ ہوتا ہے۔ اندھے کے لئے جانا نہ جانا دونوں برابر ہیں۔ حضرت علی اور حضرت عمر رضی اللہ تعالٰے عنہما جب حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ ان کے دانت نہ تھے۔ دریافت فرمانے پر فرمایا کہ حضور ؐ کے دندان مبارک شہید ہو جائیں اور میرے رہیں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔

اس عشق رسول کے کیا کہنے ؟ پھر ان کا قرب الی اللہ میں جو درجہ ہے ہم اس کا صحیح مقام متعین نہیں کر سکتے۔ حضرت امام مالک رح مدینہ میں جوتا نہ پہنتے تھے کیونکہ حضور ؐ کے پاؤں مبارک کا وہاں گذر ہوتا تھا۔ اس طرح کہ اللہ والے نایاب نہیں۔ کمیاب ہیں مَنْ جَدَّ وَجَدَ (جو کوشش کرتا ہے پا لیتا ہے) بہروپئے تو بے شمار ہیں میاں محمد عیسےٰ صاحب سکنہ میاں علی ضلع شیخوپورہ بیٹھے ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ میں ایک گاؤں میں گیا۔ جس گھر میں میں ٹھیرا ہوا تھا اُن کی ایک بھائی نے مجھے بتلایا کہ میرا پیر آیا ہوا ہے۔ وہ اناج نہیں کھاتا۔ مگر صبح سے وہ مرغ کھا بیٹھا ہے اور حلوا بھی زبردستی مجھ سے پکوا کر کھا چکا ہے۔ اور کہتا ہے کہ بارہ روپے دو گی تو جاؤں گا۔ ورنہ بیٹھا ہوں ؏

او خویشتن گم است کرا رہبری کند

اس قسم کے بہروپئے پیر دوسرے کی کیا رہنمائی کریں گے ہمارے پاس اتباع رسول کا ایک پیمانہ ہے جو اس میں پورا اترے گا وہ کھرا ورنہ کھوٹا ؏

خلاف پیمبر کسے رہ گزید
کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

جو ہمیں بننا چاہیے وہ عرض کر چکا ہوں۔ یہ بھی عرض کر چکا ہوں کہ ایسا بننے کے لئے کس قسم کی مشقت کی ضرورت ہے لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ہم میں سے اکثر دنیا کے لئے سر توڑ کوشش کرتے ہیں اور دین کے معاملہ میں سہل انگاری سے کام لیتے ہیں۔ ایک جوڑا بوٹوں کا خریدنا ہو تو ساری دکانیں پھر جاتے ہیں۔ مگر دین کے لئے جدوجہد ضروری نہیں سمجھتے۔ انسان جب حضور ؐ کے اتباع میں پختہ ہو جاتا ہے تو پھر اس کو استقامت کا درجہ عطا ہو جاتا ہے اسی لئے اللہ والے فرماتے ہیں اُطْلُبُوا الْاِسْتِقَامَةَ وَلَا تَطْلُبُوا الْکَرَامَةَ، فَاِنَّ الْاِسْتِقَامَةَ فَوْقَ الْکَرَامَةِ (ترجمہ :- استقامت طلب کرو۔ کرامت نہ مانگو۔ کیونکہ استقامت کرامت سے بالاتر ہے۔ استقامت ۲۴ گھنٹے صاحب استقامت کے ساتھ رہتی ہے وہ اس کو دے دی جاتی ہے۔ لیکن کرامت ولی کے اختیار میں نہیں ہوتی کہ جب چاہے ظاہر کر دکھلائے۔ اہل دل مل بیٹھنے سے رنگ چڑھ جاتا ہے۔ دنیا داروں کی مجالس میں یہ رنگ نہیں چڑھتا۔ ان کے ہاں اس کی تلاش ؏

این خیال است و محال است و جنوں

ہر چیز کی منڈی ہوتی ہے۔ ہدایت کی منڈی مساجد ہیں۔ مسجد سے باہر نہ مے خانہ میں نہ بازاروں میں ہدایت ملے گی۔ وہ مساجد ہدایت کی منڈیاں ہیں۔ جہاں کوئی عالم ربانی ہو۔

اللہ تعالٰے مجھے اور آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر عمل حیات میں اتباع کرنے کی توفیق عطا فرمائے تاکہ اللہ تعالٰے ہم سے راضی ہو کر ہمیں اپنے دوستوں کی فہرست میں شامل فرمالے۔

آمین یا الٰہ العالمین !

اسلام غیر مسلموں کی نظر میں

(نمبر ۶)

از جناب اللہ دتا صاحب مدرس کرتو پنڈوری ضلع شیخوپورہ

حضور نبی ہیں اور دنیا کے اعظم ترین انسان

واؤد آفندی محاعق نامور عیسائی اہل قلم کی نظر میں دنیا کا اعظم ترین اور سب سے بڑا انسان وہ ہے جس نے صرف دس سال کے قلیل زمانہ میں ایک محکم اور اعلیٰ درجہ کا فلسفۂ طریق معاشرت اور قوانین تمدن وضع کئے قانون جنگ کی کایا پلٹ دی اور ایک ایسی قوم اور سلطنت بنا دی کہ وہ عرصہ دراز اور مدت مدید تک دنیا پر حکمران رہی۔ اور آج تک زمانہ کا ساتھ دے رہی ہے۔ اور لطف یہ ہے کہ وہ شخص باوجود ایسے عظیم ترین اور بے مثل کام کرنے کے محض ناخواندہ اور امی تھا۔ وہ مرد گرامی اور رجل اعظم "محمد بن عبداللہ بن عبد المطلب قریشی عربی مسلمانوں کے نبی ہیں"

نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عظیم الشان کام اور مقصد کی تمام ضرورتیں فراہم کر دی ہیں۔ جن کی وجہ سے ان کی امت اور پیروؤں کو اور سلطنت کو جس کا سنگ بنیاد نبی ممدوح نے رکھا تھا۔ دنیا میں قائم رہنے اور پھلنے پھولنے کے اسباب نہایت وفور کے ساتھ میسر ہوئے۔ کیونکہ اگر ایک مسلمان تمام باتوں سے قطع نظر کر کے فقط قرآن اور حدیث ہی کا مطالعہ اور ان کے احکام و ہدایات کی سچی پابندی کرے تو اسے اپنے دین اور دنیا کے تمام اہم امور انہی میں مل جاتے ہیں۔ اور وہ اپنی دونوں حالتوں کو سدھار سکتا ہے نبی موصوف نے مسلمانوں کے لئے ایک کانفرنس بھی مقرر کر دی جس کا سالانہ اجلاس ہر سال مکہ مکرمہ میں ہوا کرتا ہے۔ حج کا صرف اسی پر فرض کیا جانا جس کو سواری اور سامان سفر کی استطاعت ہے۔ اور غیر مستطیع کے ذمہ سے حج کو اتار دینا یہ معنی رکھتا ہے کہ قوم کے مالدار اور ممتاز افراد سالانہ ایک جگہ مجتمع ہو کر اپنی سوسائٹی کے معاملات پر بحث اور اس کی سیاسی مجلسی اور باہمی اعانت اور ہمدردی کے خیالات کو تازہ کریں نبی عربی نے ہر مسلمان پر زکوٰۃ فرض کر کے دریوزہ گری کا خاتمہ کر دیا ہے۔ اگر مسلمان اس صدقہ کو مفروضہ پابندی سے ادا کرتے رہیں تو قوم میں محتاجوں کا کہیں وجود بھی نہ رہے۔

قرآن کیوں عربی میں اترا

قرآن کا عربی زبان میں ہونا اور ہر مسلمان پر اس کی عربی زبان ہی میں سمجھنے کی پابندی سے اس عظیم الشان نبی نے اسلام کی ایک جامع زبان مقرر کر دی ہے۔ کیونکہ اگرچہ تمام مسلمانوں پر خود براہ راست عربی زبان حاصل کر کے قرآن کی فہم کا حصول لازمی نہیں لیکن علماء اور مجتہد اماموں پر تو ضرور واجب ہے اور اسی وجوب کو مسلمانوں کیلئے عام زبان مقرر کرنے کا ذریعہ تسلیم کیا جا سکتا ہے

نبی نے ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر افضل ہونے کا ذریعہ صرف پاکبازی اور خدا پرستی کو قرار دے کر افراد قوم کے لئے ترقی کرنے اور نام آور ہونے کا راستہ بنا دیا۔ اسلام کی حکومت اصل جمہوری حکومت تھی۔ مسلمان اپنے حاکم کو خود ہی چن لیا کرتے تھے۔ جس کو خلیفہ کہتے ہیں۔ کچھ عرصہ تک مسلمان اس طریقہ کی پیروی کرتے رہے۔ چنانچہ خلافت کی بیعت اسی حاکم کے انتخاب اور جمہوری حکومت کا نشان ہے۔

نبی عربی نے یہ کہہ کر کہ کسی عرب کو غیر عرب پر اور غیر عرب کو عرب پر فوقیت نہیں آسانی پیدا کر دی۔ اور یہ ارشاد کر کے کہ "تمام مخلوق خدا کا کنبہ ہے۔ اور جو شخص کنبۂ الٰہی کو زیادہ نفع پہنچائے وہی خدا کا پیارا ہے۔ غیر مسلم اقوام کے لئے اسلامی ممالک اور حکومتوں میں با آرام زندگی بسر کرنے کا سامان کر دیا۔ نبی نے انسان کی خانگی زندگی پر بھی گہری نظر ڈالی اور شادی بیاہ کے معاملات اس بڑھانے اور ترکہ و میراث تقسیم کرنے کی ہدایتیں مرتب کیں۔ اور معاملات دنیاوی پر نظر فرما کر لوگوں کے کاروبار اور قصوں اور قضیوں کے فیصل کرنے کے قوانین وضع کئے اور حکمرانی کے آئین بنائے انہوں نے سلطنت کے مالی صیغہ کو بھی نامکمل نہیں چھوڑا۔ اور اس غرض سے بیت المال (خزانہ عامرہ) کے قوانین وضع کئے

علم کی طرف ان کی توجہ بہت زیادہ مبذول تھی انہوں نے علم و حکمت کو مومن کا گم گشتہ مال قرار دیا۔ اور مسلمانوں کو ہدایت کی۔ کہ علم ضرور طلب کریں خواہ اس کے لئے انہیں اقصائے مشرق کا ہی سفر کیوں نہ کرنا پڑے۔ اسی ہدایت کا نتیجہ تھا کہ مسلمانوں نے علم و ہنر کی ہر شاخ سے خوشہ چینی کی اور قصر علم و کمال کا کوئی دروازہ ایسا نہیں چھوڑا جس کو انہوں نے نہ کھولا ہو مسلمانوں کے ایام عروج میں علم کو جو فروغ حاصل ہوا ہے۔ دنیا اور دنیا کی تاریخ اس کی شاہد ہے اور رہیگی پس کیا جس شخص نے یہ تمام کام کئے وہ دنیا کا اعظم ترین انسان نہیں ہے؟ بے شک ہے۔

جلیل القدر نبی صلی اللہ علیہ وسلم

عرب جہاں حضور پیدا ہوئے فی الحقیقت ایک نئے طرز کی دنیا ہے۔ یہ ملک کچھ عجیب و غریب ہے۔ ہر چہار طرف بالو ہی بالو نظر آتا ہے۔ دن میں تمازت آفتاب اور وحیب کی ناقابل برداشت شدت رات میں بلند تارے بھرا اختر آسمان نہ آدم زاد بجز ذات اللہ۔ یہاں کے باشندے شریف العادت ذکی الحس اور حد درجہ کے مہمان نواز ہیں۔ وہ باتیں بنانے والے نہیں ہیں بلکہ خاموشی کی صفت ان میں زیادہ ہے۔ سچائی کے نہایت پابند ہیں۔ اعلیٰ درجے کے شاعر اور فصیح اللسان ہیں۔ اور دوسروں کو اپنے مقابلے میں عجمی کہتے ہیں۔ شجاع ہیں اور جری و سورما ہیں۔ یہاں بہت قبیلے ہیں۔ مگر ان سب میں سب سے اعلیٰ ممتاز اور سربرآوردہ قریش کا قبیلہ ہے۔ محمد اسی ممتاز گھرانے میں پیدا ہوئے آپ خدا کے بھیجے ہوئے سچے نبی اور ریفارمر تھے اور بے شک جس طرح خدا اپنی خصوصیات میں واحد لا شریک لہ ہے۔ جھوٹے ہیں وہ لوگ جو اس سچے نبی کو معاذ اللہ جھوٹا کہتے ہیں۔ آپ نہایت غور و فکر سے ہر امور پر دوراندیشی کے ساتھ نظر ڈالنے والے تھے۔ آپ میں جاہ طلبی نہ تھی۔ آپ خاموش، عالی نفس، ذی وقار، متین اور سنجیدہ انسان تھے بلکہ ان لوگوں میں سے تھے۔ جن کے لئے متانت و سنجیدگی لازم اور ضروری شے ہے۔ اور جو قدرت کی طرف سے خلوص کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔ آپ کا قلب مبارک قدرت کے جمال و کمال سے ہمیشہ منور رہتا تھا۔ آپ نے ایک ایسے ریگستان میں نشو و نما پائی جہاں فطرت اور اپنے خیالات کے سوا کوئی دوسری "چیز" نہ تھی۔ آپ نے ابتداء ہی سے غور و فکر کرنا شروع کر دیا۔ آپ کے ہمعصروں اور ہمجولوں نے آپ کو اس کا معزز لقب دے رکھا تھا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ آپ امین تھے بھی آپس کے فسادات کے فیصلہ کو اکثر لوگ اسی نوجوان لڑکے کے پاس آتے تھے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمہ تن سچے تھے۔ آپ بلا ضرورت کبھی نہیں بولتے تھے۔ لیکن جب بولتے تھے تو آپ کی گفتگو سے حکمت دانائی۔ فراست و خلوص ٹپکتا تھا۔ متانت۔ امانت۔ اخوت اور خلوص بھی آپ کی خالص سیرت تھی۔ آپ ہر شخص حتےٰ کہ دشمنوں کے ساتھ بھی نہایت ملاطفت اور خندہ پیشانی سے پیش آتے تھے۔ آپ کے چہرۂ مبارک سے دوراندیشی دانائی اور جلال ہر وقت ظاہر ہوتا تھا۔

اسلام غیر مسلموں کی نظر میں

مسٹر گاڈفری ہگنس اور پادری کینن آیزک ٹیلر صاحب لکھتے ہیں کہ:۔

(۱) بانیٔ اسلام نے مذہب کا اصل الاصول خدا کی وحدانیت اور عظمت کو قرار دیا ہے۔ رہبانیت اور خانہ نشینی کو موقوف کر کے بہادری اور جوانمردی قائم کی جو صفتیں اس میں پائی جاتی ہیں۔ ان کو ادنیٰ درجے کی اقوام بھی سمجھ سکتی ہیں۔ اہل اسلام نے ایک ایسی نظیر قائم کی ہے جس کی اگر ہم تقلید کریں تو ہمارے لئے بہت اچھا ہو۔

(۲) عیسائی مذہب میں کوئی مسئلہ ایسا نہیں ہے جو بانیٔ اسلام کی تعلیم میں نہ پایا جاتا ہو۔ جب ایک فیلسوف اور حکیم مذہب اسلام پر غور کرتا ہے۔ تو وہ دین اسلام کی خوبی و سادگی کو دیکھ کر دل ہی دل میں پشیمان ہوتا ہے کہ میرا مذہب ایسا کیوں نہ ہوا۔ حضرت کا مذہب سادہ اور حکیمانہ ہے"۔

یادِ رفتگان

حضرت مولینا مولوی فیروزالدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ
مترجم و مفسرِ قرآن مجید

از خان عبدالحمید خاں صاحب آف "فیروز سنز" لاہور

میرے والد محترم حضرت قبلہ مولینا مولوی فیروزالدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ انیسویں صدی کے وسط میں لاہور کے ایک صاحبِ علم گھرانے میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والدِ محترم مہاراجہ رنجیت سنگھ کے متبنّٰی کنور بخشیش سنگھ کے اتالیق تھے۔ حضرت والد بزرگوار اگرچہ بچپن ہی سے بڑے محنتی اور ذہین تھے۔ لیکن اوائل عمر میں ہی والدین کا سایہ سر سے اُٹھ جانے کے باعث بہت سی مصیبتوں اور پریشانیوں میں گھر گئے۔ گو بے یار و مددگار تھے۔ لیکن خدائے قدّوس کی ذات پر کامل بھروسہ تھا۔ چنانچہ آپ نے گنتی کے چند روپوں سے کام شروع کر دیا۔

اگرچہ کاروباری دنیا میں منافع کے اور بھی کئی ذرائع تھے۔ مگر آپ نے نشر و اشاعت کے کام کو اس لیے فوقیت و اہمیّت دی کہ وہ اپنے کاروبار کے علاوہ قوم اور مُلک کی بہترین خدمات بھی احسن طریق پر انجام دے سکیں گے۔ جو ایک انسان اور خصوصیت سے مسلمان کی حیثیت سے آپ پر عائد ہوتا تھا۔ ابتدا ہی سے آپ کی خواہش تھی کہ ان کے ہاتھ سے کوئی ایسا کام ہو جائے۔ جو دنیا کے ساتھ ان کی عاقبت کو بھی سنوارنے والا ہو۔ اور وہ ہے قرآن مجید کا ترجمہ اور تفسیر تسہیل القرآن، جو آپ نے اپنی آخری عمر میں بڑی محنت اور توجہ سے مکمّل فرمایا۔ اور یہ ترجمہ آج کافی مقبول ہے۔

حضرت قبلہ کی ہمت اور محنت رنگ لائی۔ آپ نے ایک پریس قائم کیا۔ اور اسی پر اکتفا نہیں کیا۔ بلکہ بہت سی کتابیں لکھ ڈالیں۔ کئی ایک تراجم کیے۔ صرف اسی پر بس نہیں۔ آپ نے قوم میں سیاسی شعور اور علمی ذوق پیدا کرنے کے لیے "منیرِ ہند" کے نام سے ایک وقیع اخبار بھی جاری کیا۔ جو حقیقت میں اپنے دورِ حیات میں اہلِ ملک کا بہترین مشیر رہا۔ اس طرح برّصغیر کے ابتدائی طابع، مصنف اور ناشر ہی نہیں بلکہ اوّلین صحافی بھی قرار پائے۔

ابتدائی مشکلات پر قابو پا لینے کے بعد قوم کی تعلیمی پستی سے متاثر ہو کر آپ نے تہیہ کر لیا کہ مُلک کی آئندہ نسلوں کے لیے اُردو زبان میں ایسا سرمایہ فراہم کر جائیں جو انھیں کل کے بہترین شہری اور آئندہ نسلوں کے باپ بننے میں امداد دے سکے۔ چنانچہ آپ نے اس سلسلے میں بیسیوں کتابیں مرتّب کر کے شائع کیں۔ جن کے صفحات کی مجموعی تعداد پچاس ہزار کے لگ بھگ ہے۔ یہ کتابیں برِصغیر میں بڑی وقعت اور قدر کی نگاہ سے دیکھی گئیں۔ بچّوں نے انھیں پڑھ کر اپنے مستقبل کی شاندار بنیادیں استوار کیں۔ بڑوں نے پڑھ کر ان پر تحسین و آفرین کے پھول نچھاور کیے اور سررشتۂ تعلیم نے اکثر کتابوں پر انعامات مرحمت فرما کر آپ کی حوصلہ افزائی کی۔

اب قبلہ ام کے پاس اتنا سرمایہ ہو گیا تھا اور کاروبار نے اتنی وسعت اختیار کر لی تھی۔ کہ پُرانے زمانے کے دستی پریس اس کو انجام نہ دے سکتے تھے۔ چنانچہ آپ نے بجلی سے چلنے والی مشینیں لگا کر مُلک کے فنِ طباعت اور اشاعت میں بہت بڑا اضافہ کیا۔ چونکہ مشینوں کے آجانے سے عملہ بھی کافی بڑھ گیا تھا۔ اس لیے جگہ کی تنگ دامانی بھی پریشان کیے ہوئے تھی مگر آپ نے کسی مرحلہ پر بھی استقلال کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا اور ۲۰ دسمبر ۱۹۲۴ء کو شیرانوالہ دروازہ کے باہر سرکلر روڈ پر ایک قطعہ زمین خرید کر اپنے اس پریس کی بنیاد رکھی۔ اور یہ فخر مرحوم میاں فضل حسین صاحب کو نصیب ہوا۔ کہ وہ اس بہت بڑے طباعتی اور علمی ادارے کا سنگِ بنیاد رکھیں۔ جو پاکستان کا ہی نہیں برّصغیر ہندوستان میں نشر و اشاعت کا بہت بڑا ادارہ ہے۔

کام اگرچہ کافی وسعت اختیار کر گیا تھا۔ مگر خود حضرت قبلہ والد بزرگوار اور ہم سب بھائی کسی معمولی سے معمولی کام کو بھی اپنے ہاتھوں کرنے میں کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہ کرتے

لین دین کے معاملے میں حضرت قبلہ اپنے اندر جو خصوصیت رکھتے تھے۔ وہ کہیں اور بہت کم دیکھنے میں آتی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی یہ حدیث مُبارک ہمیشہ آپ کے پیشِ نظر رہی کہ "مزدور کو اس کی مزدوری اس کے پسینہ خشک ہونے سے پہلے دے دو۔"

ترّقی اور کامیابی نے قبلہ والد بزرگوار کے رہوارِ ہمّت کو اور مہمیز کیا۔ اور آپ نے اپنے مُلکی اور قومی فرائض میں مزید اضافہ کر لیا ۱۹۳۱ء میں جبکہ مسلمان کانگرس سے علیحدہ ہو کر کسی مرکز کی تلاش میں تھے، جو اُن کے مستقبل کی زندگی کے بقا کا ضامن ہو۔ آپ نے محسوس کیا۔ کہ قوم کی اجتماعی زندگی کو قائم اور برقرار رکھنے کے لیے ایک انگریزی روزنامہ کی اشد ضرورت ہے۔ چنانچہ آپ نے انتہائی جراُت سے کام لے کر "ایسٹرن ٹائمز" کے نام سے ایک انگریزی روزنامہ کا اجرا فرما دیا۔ قوم کی تعلیمی پستی کے باعث مولینا کو اس اخبار میں قریباً ایک لاکھ روپے کا گراں بہا خسارہ برداشت کرنا پڑا۔ اور ناقدریٔ قوم کے باعث یہ پرچہ زیادہ دیر تک زندہ نہ رہ سکا۔

ادارے کی سرگرمیوں کے ترقی پذیر ہونے کے ساتھ ساتھ آپ کی ہمیشہ یہ خواہش کہ نشر و اشاعت کے سلسلے میں صرف دنیاوی کاروبار کو ہی وسعت نہ دی جائے بلکہ توشۂ عاقبت کے طور پر کوئی مزید مذہبی خدمت بھی انجام دینی چاہیئے۔ اس زمانے میں قرآن مجید لیتھو میں ہی چھپا کرتے تھے۔ اور اس کی صحت اور ظاہری خوبصورتی کی طرف کوئی خاص توجہ نہیں دی جاتی تھی۔ آپ نے قرآن مجید کو نہایت عمدہ اور صحت کے ساتھ چھاپنے کے لیے عکسی طباعت کا انتظام کیا۔ اس مقصد کے لیے ولایت سے بہترین مشینیں اور کیمرے منگوائے اور قرآن مجید کی اشاعت کا کام مختلف سائزوں میں نہایت حسن و خوبی سے کیا۔ اور پھر یہ بھی بندوبست کیا۔ کہ قرآن مجید کی صحت کے علاوہ ان کے ہدایہ بھی ایسے ہوں جو دوسروں پر بار نہ ہوں اور عوام ارزاں نرخوں پر خرید کر اپنے شوق کی تسکین کر سکیں۔ چنانچہ "فیروز سنز" کے مطبوعہ قرآن مجید پاکستان اور بھارت میں ہی نہیں بلکہ تمام عالم اسلام میں پسندیدگی کی نظر سے پڑھے جاتے ہیں۔

مولینا نے قرآن مجید کے کاروبار کو حصولِ منفعت کا ذریعہ نہیں بنایا۔ بلکہ ان کی اشاعت سے خدمتِ خلق کا وہ کام کیا ہے، جو کسی بڑے سے بڑے مسلمان سے بھی اب تک نہیں ہو سکا۔ آپ نے دو لاکھ روپے کی رقمِ خطیر سے ایک ٹرسٹ قائم کیا۔ قرآن مجید اور دیگر اسلامی کتب کی فروخت سے جو معمولی سی آمدن ہوتی ہے وہ اس ٹرسٹ میں جاتی ہے۔ جس کے ماتحت اس وقت لاہور۔ کراچی اور پشاور میں ہسپتال قائم ہیں۔ جہاں روزانہ سینکڑوں مستحق لوگوں کا مفت علاج معالجہ ہوتا ہے۔ اس کا ایک اہم نتیجہ یہ بھی ہے۔ کہ جو اصحاب "فیروز سنز" ٹرسٹ کے مطبوعہ قرآن مجید خریدتے ہیں۔ وہ بھی بالواسطہ اس خیرِ جاریہ میں شریک ہو کر مستحق ثواب بنتے ہیں۔

قبلہ بزرگوارم کی زندگی کا اہم کارنامہ قرآن مجید کا ترجمہ اور "تفسیر تسہیل القرآن" ہے، جو مرحوم نے اپنی آخری عمر میں بڑی محنت اور خلوص سے انجام دیا جو یقیناً مرحوم کے لیے شفاعتِ اُخروی کا موجب ہوگی۔

مولینا نے ۱۲ اپریل ۱۹۴۹ء کو تقریباً ۸۶ سال کی عمر میں وفات پائی۔ اور اپنی وصیت کے مطابق حضرت خواجہ علی ہجویری عرف داتا گنج صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے پاس مسجد کے شمالی دروازے کے پاس دفن ہوئے۔

مولینا کی تمام زندگی انتہائی پرہیزگاری اور اتقا میں بسر ہوئی۔ فرائض کے علاوہ ساری عمر میں نوافل بھی اہتمام سے ادا کیے۔ آپ کی زندگی حقیقی معنوں میں ایک مسلمان کی زندگی تھی۔ دنیاوی زندگی میں ہمیشہ ذیل کی حدیث مبارک آپ کے پیشِ نظر رہی ہے:۔

"الٰہی! جو کچھ تو عطا فرمائے کوئی اُسے روک نہیں سکتا اور نہ کوئی دے سکتا ہے، جو تو نہ دینا چاہے۔ اور کوئی کوشش کرنے والا نفع نہیں اُٹھا سکتا جب تک تیری امداد شاملِ حال نہ ہو۔"

مقصودِ زندگی!

(آخری قسط)

(از جناب میر صلاح الدین حسین خاں صاحب بڑودہ)

انسان اگر اندازہ اور معمول سے زیادہ غذا کھائے تو ماندہ اور بیمار ہو جاتا ہے۔ اور اگر بہت تھوڑی کھائے تو نحیف و لاغر و کمزور ہو جاتا ہے۔ اسی طرح دنیاوی نمائش اور نمود اور آرام و آسائش اور عزت اور شہرت اور ناموری اور اعزاز اور تہذیب اور تمدن اور ترقی۔ یہ سب چیزوں کی حرص نہ اس قدر بڑھنی چاہئے کہ لوگوں پر ظلم و ستم ہونے لگے۔ اور نہ اس قدر گھٹنی چاہئے کہ لوگوں کی نظروں میں حقیر و ذلیل ہو جائے اور بے مائیگی و مفلسی کی وجہ سے نہ کوئی پاس بٹھائے نہ کوئی منہ لگائے۔ اور نہ اہل و عیال کی خبر گیری کر سکے نہ رشتہ داروں سے سلوک کر سکے۔ نہ ہمسایوں سے نیکی کر سکے۔ بلکہ خود ان سے سلوک کا خواہاں اور اُن کا زیر بار احسان و دستِ نگر بننا پڑے۔ بے غیرتی و بے حیائی سے اوروں کے ٹکڑوں پر اوقات بسر کرے۔ یا ذلیل پیشہ اور ذلیل خدمات پر بسبب بے ہنری کے بادلِ ناخواستہ عمر بسر کرے۔ پس ترک دُنیا کے یہ معنی نہیں ہیں کہ ترقی سے تنزل کی طرف نزول کرے۔

اگر عوام کے عقائد و خیالات و نیم مُلّاؤں کی بات ہم مان بھی لیں کہ واقعی ترک دُنیا کے یہی معنی ہیں اور قرآن و حدیث میں دُنیا کی مذمت اس لئے آئی ہے کہ مسلمان ترقی نہ کریں اور تنزل میں خوش رہیں۔ تو اسلام پر بڑا اعتراض کھڑا ہوگا کہ اسلام دُنیا میں ذلیل زندگی بسر کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔ پس ہمارے علماء اور واعظین کو لازم ہے کہ وہ اس عقیدہ اور اس خیال کی لوگوں میں اشاعت نہ کریں کہ اسلام مانع ترقی ہے۔ اور ترقی دنیوی سے نفرت دلا کر فقیروں مفلسوں کی تعداد نہ بڑھائیں اور ترقی چاہنے والوں کو دنیا پرست اور سگ دُنیا کہہ کر ان کا دل نہ توڑیں اور دین کو دشوار بنا کر انھیں متنفر نہ کریں۔ بلکہ اعتدال اور میانہ روی کی تعلیم و تلقین کرتے رہیں۔ تاکہ حرص کی زیادتی اور شر کی طرف میلان خاطر نہ ہو جائے۔

اہل طریقت اس مسئلہ میں کیا کہتے ہیں

دُنیا بھی ایک سفر ہے اور سفر بھی ایسا دشوار کہ گویا ہم پلصراط پر چل رہے ہیں۔ اگر پار اتر گئے تو بہشت موجود ہے۔ اور اگر پیر پھسلا۔ قدم نے لغزش کھائی تو دوزخ میں جا پڑے۔ یعنی ترقی کا خیال تو برا نہیں مگر ترقی کے خیال میں ہم ضرور حد اعتدال سے باہر قدم دھرنے لگتے ہیں اور حرص و ہوا میں مبتلا ہو کر احکام الٰہی سے اور خوف خدا سے اور خیال آخرت سے باز رہتے ہیں۔ اس لئے صوفیائے کرام نے زہد ایسا سخت اور مجاہدہ ایسا شدید اختیار کیا کہ دنیاوی ترقی سے متنفر ہوگئے اور محض آخرت ہی کو انہوں نے مرادِ زندگی بنایا۔ مگر اس کے یہ معنی نہیں کہ ترقی مال و عزت۔ اسلام نے حرام کردی۔ اور خداوند اس سے بیزار ہے۔ نہیں بلکہ چند جوانمرد ارباب ہمت ایسے بھی ہم میں سے ہونے چاہئیں کہ وہ دین کو چھوڑ کر اس کی طرف التفات کریں۔ پس یہ طریقہ اُن کا طریقت کہلاتا ہے۔ مگر شریعت تو فقط دنیا طلبی ہیں۔ خدا فراموشی کو منع کرتی ہے جو خدا فراموش ہے وہ بے شک سگ دنیا ہے اور لعنتی ہے۔ پس جہاں تک ممکن ہو دین کے حصول میں بھی ایسی ہی گرمی اور کوشش دکھلاؤ۔ جس طرح دنیاوی مال و عزت و ترقی کے لئے سرگرمی اور کوشش دکھلاتے ہو۔ اور محض دنیا کو مطلوب زندگی نہ بناؤ۔ ورنہ یہ شعر اس زندگی پر صادق آئے گا؎

دانی کہ بر سمند سبک رو سوار کیست
عمرِ عزیز ماست کہ برباد مے رود

مگر طریقت کا جو منشا ہے اس پر تمام دنیا کو چلنے کے لئے اسلام نے مجبور نہیں کیا ہے۔ جس طرح عام مسلمانوں کو تکمیل علم دین پر مجبور نہیں کیا ہے۔ بلکہ ایک گروہ مسلمانوں میں ایسا بھی رہنا چاہئے۔ یہی مدعائے قرآن اور حکم خدا اور رسول ہے لیکن جس طرح عوام علم دین سے بالکل نابلد اور ناواقف رہنا بھی جرم ہے۔ اسی طرح دُنیا کو مرادِ زندگی سمجھنا اور ہمہ تن اسی کی طرف متوجہ ہونا بھی جرم ہے۔ پس شریعت پر عمل کرنا ہر کس و ناکس پر واجب اور احکام طریقت پر عمل کرنا خاص اہل ہمت لوگوں کے لئے مخصوص ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ گورنمنٹ جب فرضی تعلیم اپنے ملک اور اپنی رعایا کے لئے لازمی قرار دیتی ہے تو وہ صرف ایک حد تک لازمی ہوتی ہے۔ یہ نہیں ہوتا کہ تعلیم بدرجہ تکمیل سب پر لازمی اور فرض قرار دی جائے۔ بس اسی طرح شریعت اور طریقت کے احکام کو سمجھئے۔ شریعت لازمی ہے۔ عوام پر اور طریقت مخصوص ہے خواص پر۔ ہمارے علماء دولت و عزت پیدا کرنے سے مسلمانوں کو اگر روکتے ہیں اور طریقت کے مسائل پر سب کو چلانا چاہتے ہیں تو یہ ان کی زیادتی ہے۔

دنیا میں طاقتور قوم وہی ہے جس کے پاس دولت اور علم اور عزت و حکومت و ثروت کی طاقت ہو۔ ایسی قوم کمزوروں کو کچل ڈالتی ہے۔ پس مسلمانوں کو کمزور بننا اور کم طاقت یعنی مفلس اور بے سروسامان اور بے ہنر اور بے علم بننے سے غیر اقوام کا اس پر ظلم و ستم کرنا اور غالب ہو جانا یقینی امر ہے پس اسلام کا مقصد یہ ہے کہ نہ تو مسلمان کمزور قوم بن جائیں اور نہ دنیا کے حصول میں آخرت کو فراموش کر دیں۔ دنیا بھی سنبھالیں اور دین اور ایمان بھی سنبھالیں۔

آخرۃ فراموشی

تحصیل علم دین سے کنارہ کش ہونا۔ آخرۃ فراموشی ہے۔ جو شخص علم دین سے بے بہرہ ہے نہ تو اس میں مذہبی سپرٹ باقی رہتی ہے اور نہ حمایت اسلام کی اسے پروا رہتی ہے۔ اس لئے ایسے لوگوں کی نسلوں سے خود اسلام اٹھتا جاتا ہے۔ اور جو لوگ علم دین بقدر حاجت بھی حاصل کر لیتے ہیں تو وہ گرمجوش مسلمان اور اشاعت اسلام کے گرویدہ اور شریعت اسلام پر فریفتہ نظر آتے ہیں۔ اس لئے کہ وہ اپنے دین کی شان و عظمت سے واقف رہتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ کوئی دین برحق کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اس کی خوبیوں کے پاسنگ بھی نہیں۔ ہر مذہب غیر حق کے خرافات اور واہیات اور لچر و پوچ عقائد۔ اور جدید پیشواؤں کا اس پر ملمع چڑھانا ظاہر ہو جاتا ہے۔ پس وہ بے ساختہ بول اٹھتے ہیں

آفاق را گردیدہ ام مہر بتاں ورزیدہ ام
بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

دوم یہ کہ طالب آخرۃ کو دنیا بھی ملتی ہے اور آخرت بھی۔ کیونکہ خداوند تعالیٰ اس پر مہربان رہتا ہے اور اسے غیر اقوام میں ذلیل و حقیر رکھنا پسند نہیں کرتا۔ اور چونکہ وہ خدا پر بھروسہ رکھتا ہے۔ دنیا کے طمع سے اس کا دل خالی رہتا ہے تو اس سے وہ کام سرزد نہیں ہوتے۔ جس سے خدا ناراض ہو اور مکر و فریب۔ و جور و جفا و حق تلفی و رشوت و ناانصافی و شرارت و بے ایمانی و خیانت و بدعہدی و خدا فراموشی وغیرہ بہت سے کام ہیں۔ جو دنیا والے بسبب حرص مال و منصب کرتے رہتے ہیں۔ ان کاموں سے دیندار بچا رہتا ہے۔ خواہ اسے دُنیا ملے یا نہ ملے۔ وہ چونکہ خدا سے ڈر کر ایسے کاموں سے باز رہتا ہے اور نقد ایمان کو متاع قلیل کے لئے ضائع نہیں کرتا۔ اس لئے خدا کو اس کے ساتھ اُلفت پیدا ہوتی ہے۔ پس خدا اس کا حامی اور مددگار بن جاتا ہے اور اس کی تکلیفیں خود بخود دور ہونے کا انتظام پیدا ہو جاتا ہے۔ پس دیندار کو دنیا بھی ملتی ہے اور آخرت بھی جیسا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے۔

وَمن یتق اللّٰہ یجعل لہٗ مخرجًا ویرزقہٗ من حیث لا یحتسب

(ترجمہ:- اور جو شخص ڈرے اللہ سے اور بچے نافرمانی سے تو بنا دیگا اس کے لئے سبیل ہر مصیبت سے باہر نکلنے کی اور رزق دے گا اس کو ایسی جگہ سے کہ نہ سمجھ سکے گا۔

اگرچہ حق تلفی اور جور و جفا و مکر و فریب سے دُنیا حاصل ہو جاتی ہے اور بہتیرے دُنیادار اسی حکمت عملی اور تدبیر و چالاکی سے درجۂ امارت پر پہنچتے ہیں۔ اقبال و دولت حاصل کر لیتے ہیں۔ مگر خدا کو یہ طریقہ ناپسند ہے اور اس طرح دنیا حاصل کرنا خلاف حکم شریعت ہے۔ پس ان لوگوں کا انجام نہایت ہی بُرا ہوگا۔ آخرۃ میں ان کے لئے کوئی حصہ نہیں ہے بقول شاعر؎

کسی کے مرگ پہ اے دل نہ اشارے ہرگز بہت سا رہیئے اُن پر جو اس جینے پہ مرتے

رجب المرجب زکوٰۃ کا مہینہ

نمبر (۲)

از حضرت مولانا محمد شعیب صاحب، میاں علی۔

اُس نے وعدہ کیا۔ کہ اگر خدا مجھکو مال دیوے گا۔ میں پورے حقوق ادا کرونگا آخر حضورؐ نے دعاء فرمائی۔ اُس کی بکریوں میں اس قدر برکت ہوئی۔ کہ مدینہ (منورہ) سے باہر گاؤں میں رہنے کی ضرورت پڑی۔ اور اتنا پھیلاؤ ہوا کہ اُن میں مشغول ہوکر جمعہ و جماعت بھی ترک کرنے لگا۔ کہ زکوٰۃ تو جزیہ کی بہن معلوم ہوتی ہے۔ دو ایک دفعہ ٹلا کر آخر زکوٰۃ دینے سے صاف انکار کر دیا۔ ثعلبہ اور یہ آیات نازل ہوئیں۔ (ومنھم من عاھد اللہ الخ) جب اس کے بعض اقارب نے اس کی خبر پہنچائی۔ تو بادل ناخواستہ زکوٰۃ لے کر حاضر ہوا۔ حضورؐ نے فرمایا۔ کہ خدا نے مجھ کو تیری زکوٰۃ قبول کرنے سے منع کر دیا ہے۔ یہ سن کر اُس نے بہت ہائے واویلا کی کیونکہ حضور کا زکوٰۃ قبول نہ کرنا اُس کے لئے بڑے عار کی بات تھی۔ بدنامی کے تصور سے سر پر خاک ڈالتا تھا۔ مگر دل میں نفاق چھپا ہوا تھا۔ پھر حضورؐ کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خدمت میں لیکر زکوٰۃ حاضر ہوا۔ انہوں نے بھی قبول کرنے سے انکار فرمایا۔ پھر حضرت عمرؓ اور ان کے بعد حضرت عثمانؓ کی خدمت میں زکوٰۃ پیش کی۔ دونوں نے انکار فرمایا۔ ہر ایک یہی کہتے تھے۔ جو چیز نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے رد کر دی۔ ہم اُس کو قبول نہیں کر سکتے۔ آخر اسی حالت نفاق پر حضرت عثمانؓ کے عہد میں اُس کا خاتمہ ہوا۔ (العیاذ باللہ) انتہیٰ بلفظہ۔ ایک واقعہ حدیث سے سنئے۔ حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ کہ فرماتے تھے۔ کہ بنی اسرائیل میں تین شخص تھے۔ کوڑھی۔ گنجا۔ اندھا۔ اللہ تعالےٰ نے اُن کو آزمانا چاہا۔ اور اُن کی طرف ایک فرشتہ بھیجا۔ جو پہلے کوڑھی کے پاس آیا اور کہا تجھے کیا چیز پیاری ہے۔ اُس نے کہا خوبصورت رنگ اور عمدہ چمڑا اور جو بدبو وغیرہ میرے میں ہے۔ جس کی وجہ سے لوگوں نے مجھ سے نفرت کر رکھی ہے۔ یہ دور ہو جاوے فرشتہ نے اُس پر ہاتھ پھیرا تو تمام بدبو وغیرہ اُس کی دور ہو گئی۔ اور رنگ اور چمڑا عمدہ مل گئے۔ پھر فرشتہ نے پوچھا۔ تجھے کون سا مال پیارا ہے۔ اُس نے اونٹ یا گائے میں سے کسی کا نام لیا۔ جو اس کو حاملہ مل گئی۔ اور فرشتہ دعا دے کر چلا گیا۔ پھر گنجے کے پاس آیا اور پوچھا تجھے کیا چیز پیاری ہے۔ اُس نے کہا عمدہ بال ہوں اور لوگوں کی نفرت مجھ سے دور ہو جائے۔ فرشتہ نے ہاتھ پھیرا۔ تو تمام تکلیف رفع ہو گئی۔ اور عمدہ بال اُگ آئے پھر فرشتہ نے پوچھا۔ کس قسم کے مال سے محبت ہے بولا گائے یا اونٹ سے چنانچہ حسب خواہش مل گئی۔ اور فرشتہ دعا دے کر رخصت ہو گیا۔ پھر اندھے کے پاس آیا اور کہا تجھے کس چیز سے محبت ہے۔ بولا مجھے اللہ تعالےٰ آنکھیں دے دے۔ کہ میں لوگوں کو دیکھوں۔ فرشتہ نے آنکھوں پر ہاتھ پھیرا۔ اور اللہ تعالےٰ نے آنکھیں پھر دے دیں۔ فرشتہ نے پوچھا کس قسم کا مال پیارا ہے بولا بکری (چاہئے) چنانچہ بکری حاملہ اُس کو مل گئی۔ پھر انہوں نے بچے دیئے۔ چنانچہ ہر ایک کا اونٹ۔ گائے بکری سے جنگل بھر گیا۔ پھر وہ فرشتہ کوڑھی کے پاس آیا۔ اور کہا میں مسکین آدمی ہوں۔ سفر کے اسباب ختم ہو چکے ہیں۔ اللہ ہی کی مدد سے پہونچ سکتا ہوں۔ اور تجھ سے سوال کرتا ہوں۔ اُس ذات کے نام پر جس نے تجھے عمدہ رنگ اور عمدہ چمڑا دیا ہے۔ اور مال بھر دیا ہے۔ کہ مجھے ایک اونٹ دے دو۔ کہ میں گھر پہونچ جاؤں۔ اُس نے کہا (جاؤ جاؤ) حقوق اور بہت ہیں۔ فرشتہ نے کہا کیا میں تجھے پہچانتا نہیں ہوں۔ کیا تو کوڑھی نہ تھا۔ اللہ تعالےٰ نے تیری تکلیف دور فرمائی۔ اور تجھے مال دیا۔ (آج اُس کے دئے ہوئے سے اُس کے نام پر دینے سے ہچکچاتے ہو) کوڑھی بولا۔ نہیں میں تو آباؤ اجداد سے اس مال کا وارث ہوا ہوں۔ فرشتہ نے بددعا دی۔ کہ اگر جھوٹے ہو۔ تو جیسے تھے اللہ تجھ کو ویسا ہی بنا دے۔ پھر گنجے کے پاس آیا اور اسی طرح سوال کیا۔ گنجے نے بھی وہی جواب دیا جو کوڑھی نے دیا تھا۔ اور فرشتہ بددعا دے کر چلا گیا۔ پھر اندھے کے پاس آیا۔ اور کہا کہ مسافر ہوں۔ مسکین ہوں۔ سفر کے اسباب ختم ہو گئے۔ اللہ ہی مجھے مدد دے اور پھر تجھ سے ایک بکری کا سوال کرتا ہوں۔ اُس خدا کے نام پر جس نے تجھے نظر دوبارہ دی۔ تاکہ گھر پہونچ جاؤں اندھے نے کہا بے شک میں اندھا تھا۔ اللہ تعالےٰ نے مجھے نظر دی۔ آج جو مرضی ہے۔ لے لو۔ جو چاہو۔ چھوڑ دو۔ خدا کی قسم حق تعالےٰ کے نام پر جو لوگے۔ کبھی نہ روکونگا۔ فرشتہ نے کہا۔ اپنا مال سنبھالو۔ (میں نہیں لیتا) یہ تمہاری آزمائش تھی (اس میں تم پورے اترے) تو اللہ تعالےٰ تم سے راضی ہوا (اور وہ دوسرے ناکام رہے) تو اللہ تعالےٰ ان سے ناراض ہوا (اُن سے مال چھین لیا گیا۔ اور تجھے نصیب ہوا) متفق علیہ۔ یہ افسانے نہیں واقعات ہیں۔ اور ان میں ہزاروں سبق ہیں اور سب سے واضح اور صاف بات جو سمجھ آتی ہے۔ وہ یہ کہ مانعین صدقہ و زکوٰۃ اس جہان میں بھی خائب و خاسر ہیں۔ اور آخرت میں بھی۔ اور دینے والے یہاں بھی شاد اور وہاں بھی بامراد۔

رجب المرجب اور پاکستان کے پیشہ ور گداگر

پاکستان میں گداگری کی لعنت جس قدر زوروں پر ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ اندھے، لنگڑے، لولے اور دوسرے قسم کے محتاج تو خیر گدا گیا ہی کرتے تھے۔ مگر اب تو خیر سے اکثریت ہٹے کٹے نوجوانوں کی بھی سائل بن چکی ہے۔ اور بہت سے ذلیل اور پست ذہنیت افراد نے باقی ذرائع معاش کی طرح گداگری بھی ایک معاشی ذریعہ بنا رکھا ہے۔ مسجدیں، بازاروں میں، محلوں میں، گاڑیوں میں، کچہریوں کے سامنے اور سٹیشنوں پہ۔ غرضیکہ ہر جگہ ان کا تانتا باندھا ہوا نظر آئے گا۔ اور ایک شریف انسان کے لئے گھر سے قدم رکھنا دشوار نظر آئے گا۔ رجب المرجب کا چاند تو دیکھتے ہی ان کے غازے سرخ اور ہمتیں بلند اور کوششیں وسیع ہو جاتی ہیں جس طرح کسان کا کھیت پکنے پر اس کو بے اندازہ خوشی ہوتی ہے۔ اس طرح رجب کا چاند دیکھ کر پیشہ ور گداگروں کی ایک مذہبی خوشی آ جاتی ہے۔ رجب ان کی خصوصی کمائی اور آمدنی کا مہینہ ہوتا ہے۔ لطف یہ کہ ان پیشہ ور گداگروں میں غالب اکثریت مسلمانوں کی نظر آئے گی۔ چونکہ مسلمان قوم کے لئے یہ پیشہ بالکل ناجائز اور سراسر حرام ہے۔ اس لئے اس کی شرعی حیثیت پہلے ذہن نشین کر لیجیے۔ پھر آگے چلیں گے۔

(۱) قبیصہ بن مخارق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ میں کسی کا ضامن ہوا۔ اس سلسلہ میں مالی امداد کے لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں حاضر ہو کر سوال کیا۔ آپ نے فرمایا۔ ٹھہرو۔ صدقہ کا مال آیا۔ تو تجھے دلائیں گے۔ پھر آپؐ نے فرمایا۔ قبیصہ! سوال تین آدمیوں کے سوا کسی کے لئے جائز نہیں (۱) کسی کا ضامن ہوا ہو (اور خود ضمانت ادا کرنے سے عاجز ہو) تو اس کے لئے سوال بقدر ضمانت جائز ہے (پھر رک جائے) (۲) جس آدمی کا مال و متاع کہاں آفت سے ہلاک ہو گیا ہو۔ اس کے لئے سوال حلال ہے تاکہ اس کو گذران اور رفع حاجت کے لئے مل جائے (پھر رک جائے) (۳) جو آدمی فاقہ میں مبتلا ہو۔ اور تین آدمی عقلمند اس کی قوم سے اس کے فاقہ پر گواہی دیں کہ ضرور فاقہ میں مبتلا ہے۔ تو اس کے لئے بھی سوال جائز ہے تاکہ گذران اور سدّ حاجت ہو جائے۔ ان تین صورتوں کے علاوہ اے قبیصہ سوال حرام ہے۔ اور سائل حرام کھاتا ہے (رواہ مسلم)

(۲) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو کوئی لوگوں سے سوال کرے مال بڑھانے کے ارادہ سے تو وہ گویا آگ (دوزخ کی) مانگ رہا ہے چاہے بڑھا لے یا گھٹا لے (یہ زجراً فرمایا) (مسلم)

(۳) حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں۔ جو ہمیشہ سوال کرتا رہے گا وہ قیامت کے دن آئے گا تو اس کے چہرہ پر گوشت کی بوٹی نہ ہو گی (یعنی سخت ذلیل و خوار ہو گا) (متفق علیہ)

(۴) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مسکین وہ نہیں جو لوگوں پہ گھومتا پھرے ایک لقمہ یا دو کیلئے یا ایک کھجور یا دو کے لئے بلکہ مسکین وہ ہے

مسئلۂ مساوات کی تحقیق و تفصیل

جناب مولانا محمد علی صاحب خطیب نمری مسجد لاہور

قسط نمبر ۳

بعض بستیاں بنائی گئی ہیں، جن میں مساوات کو قائم کیا گیا ہے، ہر بات میں مساوی درجہ تجویز کیا گیا ہے، جس کو دیکھتے ہوئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ حکایت مذکورہ بالا بھی اصل : ہوگی۔ ہاں یہ فرق ضرور ہوگا کہ وہ جہالت اور وحشی پن کا کرشمہ تھا۔ اور یہ دولت و ثروت، سائنس و حکومت کا جوچلا۔ اگرچہ آخر الذکر صورت بڑی جدوجہد سے کسی چھوٹے پیمانہ میں کامیاب بھی ہو جائے، تب بھی اس کا نفاذ عام نہیں ہو سکتا، اور یہ بالکل ظاہر ہے، اس بارہ میں کچھ زیادہ لکھنے کی حاجت نہیں ٭

خلاصہ یہ کہ عقلی و عرفی طور پر ایسی مساوات جس میں طبقات کے کل معاملات یکساں ہو جائیں۔ ہرگز محمود و پسندیدہ نہیں ہاں مساواتِ حقوق لازمی امر ہے۔ ہر ایک حکمران قوم اس کی مدعی ہے، اس کے قوانین مرتب ہیں۔ گو وہ اس کی صحیح میزان قائم نہ کر سکیں عقلی و عرفی طور پر مسئلۂ مساوات و تفاضل کی حقیقت اور اس کے احکام معلوم کرنے کے بعد اب دیکھئے، کہ شریعتِ اسلام نے اس بارہ میں کیا تعلیم دی ہے اور پھر اس فرق کو محسوس کیجئے، جو قوانینِ دنیا اور قانونِ شریعت میں ہے ہمارے سابق بیان سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ بنی نوعِ انسان کا اشتراک مساوات کو مقتضی ہے اور اس کا امتیاز خواہ معاشرت و تمدن کے لحاظ سے ہو اور خواہ دیانت و مذہب کے اعتبار سے تفاضل و تمائز کو۔ اہلِ عقل کے قوانین صرف معاشرت و تمدن کے تفاضل و تمائز کو محیط ہوتے ہیں۔ لیکن شریعت دونوں کو جامع ہے۔ انسانیت کے اشتراک سے جن امور میں مساوات ضروری ہے۔ وہ حفظِ جان و مال، حفظِ ننگ و ناموس، حفظِ حقوق و معاملات وغیرہ ہیں، شریعتِ اسلام نے گو ہر ایک ذی روح کی جان کا حق انسان پر کسی حد تک قائم کیا ہے۔ مگر انسان کی جان و مال کی حفاظت اس درجہ کی کہ اس سے بڑھ کر کیا ہو سکتی ہے، تمام افرادِ انسان کو بلا امتیازِ ملت و ملت، رنگ و روپ شریعتِ اسلام نے اپنے حفظ میں لیا ہے اور ہر ایک موقع و وقت کے مناسب احکام اس بارہ میں نافذ فرما کر متبعینِ شریعت کو ان کا پابند بنا دیا۔ انسان کی دو ہی حالتیں ہیں مسلم ہوں یا غیر مسلم، مسلم کی دو حالتیں ہیں۔ اسلامی ممالک میں رہتے ہوں، ان کے عہد و امن میں داخل ہوں۔ یا ممالکِ غیر اسلام ہیں، غیر اسلامی ملک میں رہنے والے دو حال سے خالی نہیں۔ یا مسلمانوں سے برسرِ مقابلہ ہیں، ان سے کسی قسم کا عہد و پیمان نہیں ہے یا ان سے عہد و پیمان کئے ہوئے ہیں۔

مسلمان بھائی کے جان و مال کی حفاظت تو اس درجہ فرض ہے کہ قتلِ مسلم سے بڑھ کر کوئی کبیرہ گناہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں : ومن یقتل مومنا متعمدا فجزاءہ جہنم خالدا فیہا الخ جو کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کرے گا۔ اس کی جزاء جہنم ہے۔ جہاں وہ ہمیشہ رہے گا۔ اسی طرح اُن غیر مسلموں کا حال بھی ہے، جو مسلمانوں کے ملک میں اُن کی ذمہ داری و عہد و پیمان کے ساتھ رہتے ہیں، اُن کا قتل بھی گناہ کبیرہ ہے۔ قتل تو قتل ان کی غیبت بھی حرام ہے۔ اور کسی قسم کا ظلم کرنا جائز نہیں، بلکہ کتبِ فقہ میں ذمی پر ظلم کرنا اشد ہے۔ رد محتار۔ اسلام و کفر کے فرق سے معصیت میں شدت و ضعف ہو تو ہو، مگر کبیرہ ہونے میں تردد نہیں ہے۔ بلکہ حدیث شریف میں ہے۔ من اخفر مسلما فی ذمتہ فعلیہ لعنۃ اللہ والملائکۃ والناس اجمعین لایقبل اللہ منہ صرفا ولا عدلا الخ

ترجمہ :۔ جس کسی مسلم کے ذمہ کو جو اُس نے کسی ذمی سے کیا تھا۔ توڑ دیا اور برقرار نہ رکھا، اُس پر اللہ تعالیٰ کی فرشتوں کی لوگوں کی لعنت ہے، اللہ اُس کا نفل و فرض قبول نہیں کرتا۔

معاہد کو تکلیف پہنچانے میں خلاف عہد کرنے والا خواہ کوئی ہو، یہ وعید شدید اور یہ عتاب ہے۔ جس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتا ہے۔ ایسے شخص پر خدا کی، فرشتوں کی، لوگوں کی لعنت ہے، اس کی کوئی عبادت فرض و نفل قبول نہیں ہوتی۔ رہے ممالکِ غیر اسلامی کے رہنے والے جن سے معاہدہ ہو چکا ہے۔ ان کو خلافِ عہد تکلیف پہنچانا، قتل و غارت کرنا بھی حرام و معصیت اور گناہ کبیرہ میں داخل ہے۔

اوفوا بالعھد ان العھد کان مسئولا

ترجمہ :۔ عہد کو پورا کرو، کیونکہ عہد کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔

کا عام فرمان اس صورت کو بھی شامل ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ میں کفار کے ساتھ ایسے سخت شرائط پر معاہدہ کر لیا کہ جو مسلمان دین اسلام سے پھر کر تمہارے پاس آ جائے۔ ہم اس کو واپس کرنے کا مطالبہ تم سے نہیں کریں گے۔ اور تم میں کا کوئی مسلمان ہو کر ہمارے پاس آئے گا تو ہم اُس کو واپس کر دیں گے۔ اور اسی بنا پر جب کفارِ مکہ نے ابو بصیر کی واپسی کا مطالبہ کیا۔ تو آپ نے ایک ایسے شخص کو جو کفر سے بھاگ کر اسلام میں داخل ہوا تھا جس کے پکڑے جانے، اور سے جانے کا اندیشہ تھا۔ اس کی منت و سماجت۔ دا انجیکی اور حسرت و یاس پر خیال نہ فرما کر کفار کے حوالے کر دیا۔

صحابہؓ نے اس حکم کی پابندی اس حد تک کی کہ اس سے بڑھ کر ناممکن ہے۔ امیر معاویہؓ نے جبکہ ملکِ شام میں برسرِ پیکار تھے، ایک مرتبہ دشمن کے ساتھ چند مدت تک التواء جنگ کا معاہدہ کر لیا تھا، مگر بقاعدہ الحرب خدعۃ (لڑائی حیلہ و تدبیر ہے) اس زمانہ میں چپکے چپکے سرحد پر تیاریاں مکمل کرتے رہے۔ کہ مدت التواء ختم ہوتے ہی اچانک حملہ کر دیں (ان کی رائے میں یہ امر جائز یا خلافِ عہد نہ تھا تدابیرِ جنگ اور احتیاط کا اقتضا بھی یہی تھا۔ ان کو کیا اطمینان تھا کہ دشمن بھی اسی فکر میں ہو اور وہ بھی مدت ختم ہوتے ہی فوراً حملہ کر بیٹھے، ادھر مدتِ التواء ختم ہوئی اور ادھر امیر معاویہؓ نے جو بالکل سرحد پر پڑے ہوئے تھے حملہ کا حکم دے دیا۔ حملہ ختم ہوا ہی تھا کہ ایک شہسوار گھوڑا دوڑاتے ہوئے اور چلاتے ہوئے چلے آ رہے تھے۔ اللہ اکبر اللہ اکبر وفاء لا غدر (یہ ایک صحابی تھے، حملہ رک دیا گیا۔

رہے وہ ممالکِ غیر اسلامی، جن سے کسی قسم کا معاہدہ نہیں ہے، خواہ وہ برسرِ پیکار ہوں یا ان کے ساتھ ہر وقت جنگ کا اندیشہ لگا ہوا ہو۔ اُن کی دو حالتیں ہیں ان میں کا کوئی ایک یا چند امن لیکر دار الاسلام میں آئیں یا مسلمان امن لیکر ان کے ممالک میں جائیں دونوں صورتوں میں اسلام نے جان و مال کو تکلیف پہنچانا حرام قرار دیا ہے، جو غیر مسلم امن لیکر دار الاسلام میں داخل ہو اس کے ساتھ ہمارا وہی معاملہ ہے جو معاہد کے ساتھ، جب وہ حدودِ اسلام سے نکل جائے معاہدہ ختم ہو جاتا ہے۔ اور اس وقت اس کا حکم حربی کا ہو جاتا ہے اور جو مسلمان امن لیکر اُن کے ممالک میں جائے اُس کو حرام ہے کہ کسی کی جان کو تکلیف پہنچائے یا ان کے مال میں ناجائز تصرف کرے۔

یہ حال تو حکم معصیت کا ہے، احکامِ ظاہری کو دیکھئے تو دار الاسلام میں جیسا ایک مسلمان کے قاتل سے قصاصِ نفس دخون کا بدلہ خون) یا قصاص الحراف یعنی اعضاءِ بدن کے عوض اعضاءِ بدنی سے لیا جاتا ہے ویسا ہی ذمی کے قاتل سے اور یہی حال اس مستامن کے قاتل کا ہے جو غیر اسلامی ممالک میں رہتا ہے مگر امن لیکر اسلامی ممالک میں آکر آباد ہوا اور ذمی بن گیا، فقہ حنفی کی معتبر کتاب فتاویٰ میں لکھا ہے :۔

ویجری القصاص بینہ وبین المسلم۔

ترجمہ :۔ مسلمانوں کے اور اس مستامن کے درمیان جو ذمی بن گیا ہے۔ قصاص جاری ہوگا یعنی دونوں میں سے جو کوئی قاتل ہو قصاص لیا جائے گا۔

مستامن کی حالتوں میں فرق ہے۔ بعض حالتوں میں اس پر معاہدہ کے احکام ہوتے ہیں۔ اور بالکل ذمی جیسا بن جاتا ہے، اور بعض میں نہیں، اس لئے ہم نے معاہدہ ہو جانے کی قید لگائی ہے۔ جن حالتوں میں وہ ذمی جیسا نہیں بنا، ان میں بھی اس کی جان کی حفاظت ضروری ہے۔ فرق اتنا ہے کہ قاتل سے خواہ مسلمان ہو یا ذمی قصاص نہیں لیا جائے گا۔ اور اس قسم کے فرق باعتبارِ حالات و مقامات مسلمانوں میں باہم اگر مسلمانوں اور ذمیوں میں بھی نکلتے ہیں اور خاص اس موقع میں تو مسلمان و ذمی کو دو صورت قاتل ہونے کے مساوی رکھا گیا ہے۔ مال کی حفاظت کا بھی یہ

حال ہے۔ جس طرح مسلمانوں کے ان کی حفاظت دوسرے مسلمانوں کے ذمہ فرض ہے کسی ناجائز طور سے ظلم و تعدی حیلہ دھوکے سے اس کا لینا جائز ہے، نہ ہلاک اور تلف کرنا، اگر کسی کے مال کو ناجائز طور سے لیا، معصیت و گناہ کبیرہ ہونے کے علاوہ شریعت نے اس کے احکام مدون کر دیئے ہیں۔ تلف کر دیا تو حسب اقتضاء حالات اس پر ضمان آتا ہے۔ یہی حال اس غیر مسلم کے مال کا ہے، جو مسلمانوں کے ملک میں عہد و پیمان کے ساتھ رہتا ہے یا عہد و پیمان کے ساتھ چند روز کے لئے داخل ہوا ہے۔ اس میں یہاں تک خیال کیا ہے کہ جن اموال یا اشیاء کا مسلمانوں کو رکھنا یا استعمال کرنا حرام ہے بلکہ تلف کرنا ضروری ہے۔ اگر کوئی تلف کر دے تو اس پر ضمان نہیں آتا۔ اگر وہ ذمی غیر مسلم کی ملک ہو تو تلف کر دینے سے مسلمان کے ذمہ ضمان واجب ہوتا ہے۔

اگر

غیر مسلم کی خمر و خنزیر کو تلف کر دے تو حسب قواعد فقہیہ اس پر ضمان واجب ہوتا ہے۔ در مختار میں ہے ویضمن المسلم قیمۃ خمرہ وخنزیرہ (ترجمہ) مسلمانوں پر ذمی کے خمر و خنزیر کی ضمان واجب ہوگی حفظ ننگ و ناموس کا حال یہ ہے کہ مسلمانوں کی کسی قسم کی آبروریزی و اہانت و تذلیل خواہ قول سے ہو یا ضرب سے، یا قتل سے یا اشارے سے یا کنایہ سے سامنے ہو یا پیٹھ پیچھے یعنی غیبت قطعاً حرام ہے۔ جس کی تفصیل کی ضرورت نہیں ہے۔ اور جس طرح مسلمانوں کے ننگ و ناموس کی حفاظت شرعاً واجب ہے اسی طرح ذمیوں کی بھی۔ ان کو زبان سے، ہاتھ پیر سے معاملہ سے تکلیف پہنچانا۔ اذیت دینا، خلاف انسانیت معاملہ کرنا سب حرام ہیں۔ یہاں تک کہ جس طرح مسلمانوں کو پیٹھ پیچھے برا کہنا حرام ہے۔ اسی طرح ذمی کی غیبت کرنا بھی منع ہے۔ در مختار میں ہے ویجب کف الاذی عنہ وتحرم غیبتہ کما المسلم۔

واجب ہے ذمی سے اذیت کو روکنا اور اس کی غیبت حرام ہے۔ جیسے کہ مسلمانوں کی۔

حفظ حقوق و معاملات کی یہ کیفیت ہے کہ شریعت اسلام نے اس بارہ میں میزان عدل کو ایسا صحیح قائم کیا ہے۔ جس میں کسی جانب افراط و تفریط نہیں ہے حقوق انسانی بہ متبادلہ معاشرت و تمدن ہزار ہا قسم کے ہیں۔ ان حقوق کی مساوات میں عربی، عجمی، رومی، شامی، افریقی، افرنگی، علی ہذا شاہ و گدا، امیر و فقیر، سلطان و رعیت، ضعیف و قوی میں کچھ امتیاز نہیں رکھا، معاملات بیع و شراء ہو تو بادشاہ وقت اور گدا کا حکم ایک ہے یہ نہیں کہ احکام میں کچھ تفاوت ہو۔ حدود و قصاص ہوں۔ مثلاً زنا کی حد، چوری کی حد، شرب خمر کی حد یا قتل عمد کی پاداش، قتل خطا کی سزا یا قطع اعضاء جسمانی کا قصاص یا دیت اس میں بھی سب افراد کو یکساں مساوی رکھا گیا ہے۔ شریعت اسلام نے معاملات میں چھوٹے بڑے ذرہ برابر بھی فرق جائز نہیں رکھا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک واقعہ پیش آیا، قبیلہ قریش کی ایک عورت نے چوری کی اور حد سرقہ یعنی قطع ید کا حکم اس پر قائم ہوا، قریش کو یہ امر نہایت شاق تھا، ایسی شریف خاندان کی بی بی سے ایسے قبیح فعل کا سرزد ہونا ہی اُن کے لئے کچھ کم ننگ و عار نہ تھا اب قطع ید سے ایسا دھبہ لگتا تھا جو کبھی نہ مٹتا اور ان حضرات کو اپنے فضائل و شرف اسلامی کی رُو سے بھی ایسے بدنما داغ کا اپنے پاک و صاف دامن پر لگنا ناگوار تھا، ایسی قدامت اسلام، اخلاص و جاں نثاری کی وجہ سے یہ رائے ہوئی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک میں عرض کیا جائے، لیکن کون کہے اُنکی کی تاب و مجال تھی، آخر قرار پایا کہ حضرت اسامۃ بن زید جن کے ساتھ جناب رسول اللہ کو خاص اُنس تھا، عرض کریں، حضرت اسامہ نے عرض کیا تو آپ نے ناگواری سے ارشاد فرمایا۔

اتشفع فی حدود اللہ۔ کیا تم خدا کی مقرر کردہ حدود میں سفارش کرتے ہو؟

اور اسی پر بس نہ فرمایا بلکہ کھڑے ہو کر خطبہ فرمایا۔

انما ھلک الذین قبلکم انھم کانوا اذا سرق فیھم الشریف ترکوہ واذا سرق فیھم الضعیف قطعوہ ایم اللہ لو ان فاطمۃ بنت محمد سرقت لقطعت یدھا۔

ترجمہ: تم سے پہلے لوگ اسی وجہ سے ہلاک ہوئے کہ ان میں جب کوئی شریف بڑے رتبہ کا چوری کرتا تو اُس کو چھوڑ دیتے اور کوئی ضعیف کم رتبہ کا کرتا تو اُس پر حد قطع ید جاری کرتے۔ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر فاطمہؓ بیٹی محمدؐ کی بھی چوری کرتی (معاذ اللہ) تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ ڈالتا۔

حضرت عمرؓ نے اپنے صاحبزادے پر حد جاری کر ہی دیا۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے مسند خلافت پر متمکن ہونے کے بعد ایک خطبہ میں بعد حمد و صلوٰۃ فرمایا۔

انی ولیت علیکم ولست بخیرکم ان اعنتمونی علی حق فاعینونی وان رأیتمونی علی باطل فسددونی اطیعونی ما اطعت اللہ فیکم فاذا عصیت فلا طاعۃ لی علیکم الا ان اقواکم عندی الضعیف حتی اٰخذ الحق لہ واضعفکم عندی القوی حتی اٰخذ الحق منہ

ترجمہ: میں تم پر والی و حاکم ہوا ہوں حالانکہ تم میں کا افضل و بہتر نہیں ہوں، اگر تم مجھ کو حق کی تائید کرتے دیکھو تو میری اعانت کرو۔ باطل پر دیکھو تو میری اصلاح کرو، جب تک میں تمہارے معاملات میں خدا تعالیٰ کی اطاعت کرتا رہوں تم بھی میری تابعداری کرتے رہو اور جب میں نافرمانی کروں تو میری اطاعت تم پر ضروری نہیں، خوب سمجھ لو کہ جو تم میں سب سے زیادہ ضعیف ہے، میرے نزدیک سب سے زیادہ قوی ہے۔ جب تک میں اس کا حق نہ دلوا دوں درگزر نہ کروں گا۔ اور جو سب سے زیادہ قوی ہے۔ وہ میرے نزدیک سب سے زیادہ ضعیف ہے، اس کے ذمہ جو دوسرے کے حقوق ہیں ان کے وصول

بقیہ عروج و زوال کے الٰہی قوانین

(صہ سے آگے)

اگر انسان انتقام نہ کر سکے یا کرنا مناسب ہو تو دونوں صورتوں میں شرعی حدود کے اندر برابر سرابر بدلہ لینے کی اجازت ہے (۲۵/۳۸)

(۳۳) ان کے دلوں کو اللہ کی یاد سے اطمینان اور سکون حاصل ہوتا ہے۔ (۱۳/۲۸)

(۳۴) قول اور عمل سے جھوٹی شہادت نہیں دیتے ہیں ۲۵/۷۲

(۳۵) جب لغو اور نکمی باتوں پر ان کا گذر ہوتا ہے تو شریفوں کی طرح گذر جاتے ہیں۔ (۲۵/۷۲)

(۳۶) بدکاری کا ارتکاب نہیں کرتے ہیں (۲۵/۶۸)

(۳۷) بے حیائی اور بری باتوں سے الگ رہتے ہیں (۲۵/۳۵)

(۳۸) فتنہ و فساد نہیں پھیلاتے ہیں (۱۱/۸۴)

(۳۹) نیکیوں اور بھلائیوں کی نشر و اشاعت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔ ۲۳/۶۱

(۴۰) ناپ اور تول میں کمی نہیں کرتے ہیں (۱۱/۸۵)

(۴۱) ان کے معاملات باہمی مشورہ سے طے پاتے ہیں ۲۵/۳۶

(۴۲) زندگی کے تمام معاملات میں ایمان و اسلام کی روح سرایت کی ہوئی ہوتی ہے (۲/۲۰۸)

قرآنی انقلاب سے دلوں میں تبدیلی ہوتی ہے اور دوسرے انقلاب صرف ذہنیت بدلتے ہیں۔

ان چند [illegible] سے اور صاف [illegible] مومنین کی ذہنی و اخلاقی اور قلبی حالت کا اندازہ لگانا آسان ہے اور یہ بھی معلوم ہو سکتی ہے کہ ایسے لوگ دنیا کے لئے کس قدر مفید ہو سکتے ہیں۔ اور ان کے قیام و بقا کی کتنی ضرورت ہوگی؟ ان اوصاف میں بنیادی حیثیت سے جو شئے زیادہ نمایاں ہے وہ قلب کی اصلاح و درستی ہے۔ قرآنی انقلاب اور دوسرے انقلابوں میں بنیادی فرق یہ ہے کہ اول الذکر اعمال و اخلاق کے سرچشمہ (دل) کو پاک و صاف رکھتا ہے۔ اور ثانی الذکر کی ساری جدوجہد قومی و جماعتی زندگی کی حد تک ذہنیت کی تبدیلی پر مرکوز ہوتی ہے اسی بنا پر پہلے کا دائرہ عالمگیر و ہمہ گیر ہوتا ہے۔ اور دوسرے کا اثر محدود ہوتا ہے۔ پہلے میں پائداری اور استواری زیادہ ہوتی ہے اور دوسرے میں یہ دونوں باتیں کمی کے ساتھ پائی جاتی ہیں۔ (بہ شکریہ برہان)

بچوں کا صفحہ

روحانی بیماریاں

نمبر ۳

تکبّر

از سیّد مشتاق حسین صاحب بخاری لاہور

عزیز بچو! تکبّر ایک نہایت خطرناک بیماری ہے۔ جو اکثر انسانوں کو لاحق ہوتی ہے۔ اگر اس کو سمجھا نہ جائے اور بزرگوں کے بتلائے ہوئے طریقہ سے علاج نہ کیا جائے تو یہ انسان کے اخلاق کو دُنیا میں تباہ کر دیتی ہے۔ اور اس کی بہت سی نیکیوں کو ضائع کر کے اُسے آخرت میں بھی کہیں کا نہیں چھوڑتی۔ متکبر آدمی اپنی نظر میں بڑا معزز ہوتا ہے۔ حالانکہ لوگ اسے ذلیل سمجھتے ہیں۔ اور جب کوئی موقع ملتا ہے تو اس کی تذلیل کرتے رہتے ہیں۔ مسلمان کی تو یہ شان ہونی چاہیئے کہ وہ اپنی نظر میں حقیر ہو۔ خود کو ہر وقت گنہگار اور خطا کار سمجھے۔ اور اپنے آپ کو کسی عزّت کے لائق نہ سمجھے۔ لیکن دوسروں کی نظر میں بہت معزّز ہو۔ یہ بات بہت آسانی سے سمجھ میں آ سکتی ہے۔ کہ جب کوئی شخص خود کو دوسرے سے کمتر سمجھے گا۔ انکساری اور عاجزی کرے گا تو دوسرا لازمی طور پر اس کی عزّت اور قدر کرنے لگے گا۔

تکبّر ان چیزوں سے پیدا ہوتا ہے۔ علم نیکی۔ اعلیٰ خاندان اور مال و دولت اور حسن و جمال۔ علم پر بعض لوگ تکبّر کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ ایسے عالم در اصل جاہل ہوتے ہیں اور علم سے الٹا نقصان حاصل کرتے ہیں۔ عالم کی تو یہ شان ہونی چاہیئے۔ کہ اس کے کردار اور اخلاق سے علم ظاہر ہو نہ کہ اس کے برعکس لوگوں کو جاہل اور بے وقوف سمجھ کر اپنے علم پر غرور کرنا شروع کر دے۔ اس کا علاج یہی ہے۔ کہ علم کے حقیقی مفہوم کو سمجھا جائے اور اس سے حقیقی فائدہ حاصل کیا جائے۔ اگر عالم متکبّر ہو کر ذلیل ہو جائے تو یہ بجائے خود علم کی بڑی توہین ہے۔ اور آخرت میں سرور عالم کے لیئے اللہ تعالےٰ نے بڑی سزا رکھی ہے۔

اس کے بعد غرور نیکی پر کیا جاتا ہے۔ بعض شیطان کے بہکانے پر یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ چلو ہم نے نیکی کر لی۔ عبادت کر لی۔ ہم ان سے بہتر ہیں جو نیکی نہ کر سکے۔ یہ قطعًا تمام خیالی ہے۔ کیونکہ نیکی کے صلہ کا فیصلہ اللہ تعالےٰ آخرت ہی میں کریں گے۔ اگر وہاں فیصلہ حق میں ہوا تب ہی نیکی کرنے والے فخر کرنے کے قابل ہو سکیں گے۔ اس سے پہلے وہ خود اپنی نیکی کا فیصلہ کرنے کے مجاز نہیں۔ عزیزو! اگر کوئی طالبعلم امتحان سے پہلے ہی یہ سمجھنے لگ جائے کہ میں بڑا لائق ہوں۔ اور اس پر بے جا تکبّر اور غرور کرے تو اس کی کتنی بڑی غلطی ہوگی۔ کیونکہ لیاقت کا فیصلہ تو امتحان پر ہی ہوگا۔ نیکی پر غرور ہرگز نہیں ہونا چاہیئے۔ یہ نیکی کو زائل کر دیتا ہے۔ اور محنت اکارت جاتی ہے۔

بعض لوگ اپنے اعلیٰ خاندان پر تکبّر کرتے ہیں۔ ایسے تکبّر کا علاج یہ ہے کہ انسان سوچے کہ میں خود کیا ہوں؟ سب سے اعلیٰ خاندان تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا۔ لیکن انہوں نے اپنی معصوم و پاک صاحبزادی تک سے فرما دیا کہ اللہ تعالےٰ کے ہاں اچھائی کا معیار نیک کام ہیں اور عالی نسبی کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔ حضورؐ نے اپنے آخری خطبہ میں اعلیٰ اور ادنیٰ خاندانوں کی تمیز کو ترک کرنے کی تلقین فرمائی۔ پھر انسان سوچے کہ میری پیدائش کس طرح ہوئی۔ کیا اچھے خاندان میں جنم لینا اس کا اپنا اختیار تھا۔ یا اللہ تعالےٰ کا۔ اگر ان باتوں کو مدّنظر رکھے تو مجال نہیں کہ خاندانی غرور اس کے دل میں آ سکے۔

مال اور دولت پر بھی عام طور پر غرور ہوتا ہے۔ بس ذرا فارغ البال ہوئے تو دوسروں کو حقیر سمجھنا شروع کر دیا۔ اس کا علاج بھی یہی ہے کہ غور کرے کہ مال خود ساتھ لایا تھا یا اللہ نے دیا ہے؟ جب پیدا ہوا تھا تو مال کیا تن پر ایک بھی دھجّی نہ تھی۔ اور اگر مال باپ سے ورثہ ملا ہے تو خود اس کی کوشش کو کتنا دخل ہے۔ اللہ تعالےٰ چاہتے تو اس کے ماں باپ ہی کو دولت مند نہ بناتے یا اس کو ہی غریب ماں باپ کے گھر پیدا کر دیتے۔ پھر دولت ہمیشہ رہنے والی شئے نہیں ہے۔ ہم روزمرّہ کی زندگی میں سینکڑوں دولتمندوں کو قلاش ہوتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ اگر زندگی میں دولت کا ساتھ نہ چھوٹا تو مرتے وقت تو چھوٹ ہی جائے گا۔ اتنی بھی طاقت نہیں ہوگی کہ کپڑے ہی پہن سکے۔ دوسرے لوگ ہی اس کو کچھ پہنائیں گے۔

اگر حسن و جمال پر غرور آئے تو دل میں سوچیئے کہ کیا ہم نے قیمت دے کر اللہ میاں سے خوب صورتی مول لی ہے؟ جو اللہ کے بندے بد صورت ہیں کیا وہ قیمت ادا نہیں کر سکے؟ اور حسن و جمال کو برقرار رکھنے کے لئے وہ کیا ٹیکس ادا کر رہا ہے؟ ذرا سی بیماری آئے تو ہڈیاں نکل آتی ہیں۔ اگر خدا نخواستہ اللہ تعالےٰ شفا نہ دینا چاہیں۔ تو کوئی طاقت ہے جو حسن و جمال بحال کر سکے؟

پیارے بچو! تکبّر بہت بُری بیماری ہے ابھی سے اس سے بچو۔ ورنہ جوں جوں عمر بڑھے گی۔ یہ روحانی بیماری بھی مہلک تر ہوگی۔ اور اس سے نپٹنا مشکل ہو جائے گا۔

رجسٹرڈ ایل نمبر (۶۰۱۷)

ایڈیٹر
عبد المنان چوہان

ہفتہ وار خبریں

ہدیہ خدمات
سالانہ .... گیارہ روپے
ششماہی .... چھ روپے
فی پرچہ .... چار آنے

— لاہور ۱۹ فروری - یونائیٹڈ پریس کو موثق ذرائع سے اطلاع ملی ہے کہ اس وقت امرتسر میں آٹھ سو کشمیری آئے ہوئے ہیں۔ مقبوضہ کشمیر اور بھارت کے حکام نے انھیں لاہور کے دو پارس اینڈ کیٹل شو، کے موقعہ پر پاکستان جانے کی اجازت دینے سے انکار کر دیا ہے۔

— لاہور ۱۹ فروری - معلوم ہوا ہے کہ لاہور کی سڑکوں پر موٹر سائیکل رکشا عنقریب چلنے شروع ہو جائیں گے۔

— کراچی - ۲۰ فروری - موثق ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ دستور ساز اسمبلی کل شام آئینی بل کی اسلامی دفعات پر غور و خوض کرنے کے بعد دستوری بل کی دوسری خواندگی مکمل کرے گی۔

— کراچی - ۲۱ فروری - دستور ساز اسمبلی نے فیصلہ کیا ہے کہ مملکت پاکستان کا نام "اسلامی جمہوریہ پاکستان" ہوگا۔ پاکستان کی پارلیمنٹ صوبائی اسمبلیوں کی رائے معلوم کرنے کے بعد طریق انتخاب کا فیصلہ کرے گی - صدر مسلمان ہوگا - نائب صدر کا عہدہ ختم کر دیا گیا ہے۔

— لاہور - ۲۱ فروری - مغربی پاکستان کے محکمۂ خوراک کے بڑے افسروں کے اجلاس کے بعد یہ خیال ظاہر کیا گیا ہے کہ مغربی پاکستان کے کسی حصہ میں گندم کی کمی نہیں ہوگی۔

— کراچی - ۲۲ فروری - حکومت پاکستان کے ایک ترجمان نے آج یہاں بتایا کہ پاکستانی فوج نے کسی بھارتی جزیرے پر قبضہ نہیں کیا اور نہ ہی اس مقصد کے لئے بھارتی فوج سے اس کا کوئی تصادم رونما ہوا ہے۔

— کراچی - ۲۲ فروری - دستور ساز اسمبلی نے آج آئینی بل پر مزید غور ملتوی کر دیا اور سابق پنجاب اور مشرقی بنگال کے بعض قوانین کی توثیق کے لئے پیش کردہ ایک سرکاری بل پر ۴۰ منٹ کی بحث کے بعد اجلاس ملتوی ہو گیا۔

— کراچی - ۲۳ فروری - پاکستان نے ۲۴ فروری کو معاہدہ بغداد پر دستخط کئے تھے۔ چنانچہ کل پاکستان میں معاہدہ بغداد کی پہلی سالگرہ منائی جا رہی ہے۔

— لاہور - ۲۴ فروری - مغربی پاکستان ہائی کورٹ بار ایسوسی ایشن نے آج حکومت پاکستان سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ متحدہ ہندوستان کے آخری انگریز وائسرائے لارڈ مونٹ بیٹن کا بطور سرکاری مہمان خیر مقدم نہ کرے۔ کیونکہ یہ امر پاکستانی عوام کی غیرت کو چیلنج کرنے کے مترادف ہوگا۔

— کراچی - ۲۴ فروری - ایک قابل اعتماد ذریعہ سے معلوم ہوا ہے کہ پاکستان کے نمائندے سیٹو کونسل کے اجلاس کراچی میں پاکستانی مسائل کے بارے میں اپنے حلیفوں کی "عدم التفاتی اور غیر جانبداری" پر بڑی صاف گوئی سے کام لے کر یہ مطالبہ کریں گے کہ بڑی طاقتیں مثبت رویہ اختیار کر کے حق و انصاف کی حمایت کریں۔

— کراچی ۲۴ فروری - وزیر اعظم پاکستان مسٹر محمد علی نے اعلان کیا ہے کہ پاکستان معاہدہ بغداد پر مضبوطی سے قائم ہے۔ اس معاہدہ کے اغراض و مقاصد کے حصول کے لئے جو اقدام بھی کیا جائے گا پاکستان اس میں پورا حصہ لے گا۔

منٹگمری میں حضرت مولینا احمد علی مد ظلہ العالی کی تشریف آوری

۱۱ مارچ سنہ ۱۹۵۶ء بروز اتوار

نماز فجر کے فوراً ہی بعد حضرت مولانا موصوف مسجد نور میں درس قرآن مجید فرمائیں گے۔ درس کے بعد حضرت اقدس اپنے دست مبارک سے مسجد قوس کی بنیاد رکھیں گے چونکہ جامع مسجد نور بالکل ہی خام اور کچی ہے اس کی دیواریں وغیرہ گر رہی ہیں۔ اس واسطے اراکین انجمن خدام الاسلام منٹگمری نے اس کو پکا کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ مسلمانوں سے درخواست ہے کہ درس میں شمولیت فرما کر ثواب دارین حاصل کریں اور حتی المقدور تعمیر مسجد میں دامے درمے حصہ بھی لیں بیرون منٹگمری سے تشریف لانیوالے حضرات ۱۰ مارچ سنہ ۱۹۵۶ء کی شام کو پہنچ جائیں اور اپنی تشریف کی اطلاع ایک ہفتہ قبل ضرور ارسال فرمائیں تاکہ طعام اور قیام کا انتظام کیا جا سکے۔

المعلن: ناظم انجمن خدام الاسلام منٹگمری۔ ماسٹر ٹ منٹگمری متصل نفرمینل کمیٹی جامع مسجد نور

— قاہرہ - ۱۹ فروری - مصر اور ہنگری کے درمیان ایک معاہدہ طے پایا ہے جس کے تحت ہنگری مصر کو فولاد کا ایک مکمل کارخانہ دے گا۔

— نیویارک - ۲۰ فروری - آج یہاں سے ایک جہاز سعودی عرب کے لئے اٹھارہ ٹینک لے کر روانہ ہو گیا۔ جب یہ ٹینک جہاز میں لادے جا رہے تھے تو یہودیوں نے بندرگاہ کے باہر مظاہرہ کیا۔

— نئی دہلی - ۲۱ فروری - بھارت کے مختلف حصوں میں صوبوں کی تشکیل نو کے سوال پر ہنگاموں کا سلسلہ بدستور جاری ہے - کل جنوبی ارکاٹ (مدراس) میں پولیس نے ایک ہجوم پر گولی چلا دی۔

— کلکتہ - ۲۴ فروری - مغربی بنگال اور بہار کے انضمام کی تجویز کے خلاف کلکتہ میں سول نافرمانی کی مہم شروع ہو گئی۔

— نیو دہلی - ۲۴ فروری - پاکستانی ہائی کمشنر راجہ غضنفر علی خاں نے آلہ آباد میں تقریر کرتے ہوئے کہا ہے کہ وقت گزرنے کے ساتھ کشمیر کا مسئلہ کبھی بھلایا نہیں جا سکتا۔

— نئی دہلی - ۲۵ فروری - آج کلکتہ میں مغربی بنگال اور بہار کا یونٹ بنانے کی تجویز کے خلاف تحریک سول نافرمانی کا دوسرا دن تھا - پولیس نے ۳۰ ستیہ گری گرفتار کئے - بمبئی میں بھی سول نافرمانی کی تحریک شروع کی جائے گی۔

— پیرس - ۲۵ فروری - فرانسیسی کابینہ نے الجزائر کی دن بدن بگڑتی ہوئی صورت حال پر غور شروع کر دیا ہے - الجزائر میں قوم پرستوں اور فرانسیسی فوجیوں کی جھڑپیں بدستور جاری ہیں۔

— واشنگٹن - امریکی وزیر خارجہ مسٹر ڈلس نے کہا ہے کہ: —
"مشرق وسطیٰ میں روسی اسلحہ کی بڑی مقدار میں ترسیل سے اس علاقے کے توازن اقتدار میں خلل پڑ سکتا ہے - لیکن امریکہ کا خیال ہے کہ امن کی بنیاد صرف اسلحہ پر نہیں رکھی جا سکتی۔"

(پنجاب پریس لاہور میں باہتمام مولوی عبید اللہ انور پرنٹر پبلشر چھپا اور دفتر رسالہ خدام الدین لاہور شیرانوالہ گیٹ سے شائع ہوا)